ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۱ر رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ
۱۴ر جنوری ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ⊙ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

اَحَادِیْثُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ بَابًا یُقَالُ لَہٗ الرَّیَّانُ یَدْخُلُ مِنْہُ الصَّائِمُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَا یَدْخُلُ مِنْہُ اَحَدٌ غَیْرُھُمْ یُقَالُ: اَیْنَ الصَّائِمُوْنَ فَیَقُوْمُوْنَ لَا یَدْخُلُ مِنْہُ اَحَدٌ غَیْرُھُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ یَدْخُلْ مِنْہُ اَحَدٌ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اس دروازے سے کوئی داخل نہیں ہوگا جب روزہ دار داخل ہو جائیں گے تو اس کو بند کر دیا جائے گا اور پھر اس دروازے سے کوئی داخل نہ ہوگا۔ (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کے لئے رکھے۔ اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ، وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں ــــ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں ــــ اور شیاطین کو بند کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَ اَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ فَاِنْ غُبِّیَ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّۃَ شَعْبَانَ ثَلَاثِیْنَ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَ ھٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَفِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ: "فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند ہی دیکھ لینے پر (نزول) کا افطار (اختتام) کرو۔ اور اگر تم کو چاند دیکھنے میں بادل مانع ہو تو شعبان کے پورے تیس روز (شمار) کر لو۔ (بخاری و مسلم) اور یہ الفاظ حدیث بخاری کے ہیں۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اگر ابر (بادل) ہو جائے تو تیس دن پورے روزے رکھو

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا نَسِیَ اَحَدُکُمْ فَاَکَلَ اَوْشَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ، فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص بھول کر کھا پی لے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے روزے کو پورا کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے کھلایا پلایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ لَقِیْطِ بْنِ صَبِرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْوُضُوْءِ؟ قَالَ: "اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَیْنَ الْاَصَابِعِ وَبَالِغْ فِی الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَائِمًا"، رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ: حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو وضو کے بارے میں بتلایئے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وضو کو کامل طریقہ سے کرو۔ اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو۔ مگر یہ کہ تم روزہ دار ہو۔ کہ پھر اتنا مبالغہ نہ چاہیئے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی) ترمذی نے کہا۔ حدیث حسن صحیح ہے۔

اعتکاف کی ترغیب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں برابر اعتکاف کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو وفات دی۔ اور آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِیْ کُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَۃَ اَیَّامٍ۔ فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْہِ اعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا"، رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس روز اعتکاف کیا کرتے تھے۔ پھر جب وہ سال آیا۔ جس میں آپؐ کی روح مبارک قبض کی گئی۔ تو آپؐ نے بیس روز اعتکاف فرمایا۔ (امام بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

منی آرڈر ارسال کرتے وقت اپنا نام اور پتہ خوشخط لکھا کریں۔

(مینجر)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۴ جنوری ۱۹۶۶ء | شمارہ ۲۵

تاشقند کانفرنس

تاشقند کانفرنس کا انعقاد اور اس میں روسی وزیر اعظم کی ذاتی اور سرگرم دلچسپی روس کی امن پسندی اور دانشمندی کا کھلا ہوا ثبوت ہے ۔ اس کانفرنس کو بلاشبہ ایک تاریخی واقعہ اور ایشیائی سیاست میں روسی کامیابی کا سنگِ میل قرار دیا جاسکتا ہے ۔ یہ معمولی بات نہیں کہ اتنی بڑی جنگ لڑنے کے بعد پاکستان اور بھارت کے سربراہوں کے درمیان براہِ راست مذاکرات اور وزارتی سطح کی بات چیت کا آغاز ہو چکا ہے اور روسی وزیر اعظم مذاکرات کو کامیابی سے ہمکنار دیکھنے کے لئے ایک اعلیٰ اور با اختیار وفد کے ہمراہ خود تاشقند میں موجود ہیں ۔ اگرچہ کانفرنس کی کامیابی یا ناکامی کے متعلق کوئی حتمی رائے فی الحال قائم نہیں کی جاسکتی ۔ لیکن اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ سوویٹ یونین نے برصغیر پاک و ہند اور امن عالم کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے ۔ وزیر اعظم روس کی مخلصانہ مساعی کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے ۔ کہ وہ صرف میزبان کے کردار پر قانع نہیں رہے بلکہ بات چیت کو آگے بڑھانے اور نتیجہ خیز بنانے میں سرگرم حصّہ لے رہے ہیں ۔ اور منصفانہ مصالحت کے لئے فریقین کی پوری مدد کر رہے ہیں ۔ ان کا یہ کردار یقیناً قابلِ ستائش ہے اور پوری امن پسند دنیا اسے خراجِ تحسین پیش کرے گی ۔ تاہم کسی فیصلہ پر پہنچنا بھارت اور پاکستان کا کام ہے ۔ اور اب تک کی کارروائی سے یہ پتہ چلتا ہے ۔ کہ کانفرنس ایک نازک اور فیصلہ کن موڑ پر پہنچ گئی ہے ۔ مگر اس کے باوجود کوئی شخص بھی وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ کانفرنس امن قائم کرنے اور بھارت اور پاکستان کے درمیان بنیادی تنازعہ حل کرنے میں کامیاب ہو سکے گی یا نہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ جب زیرِ نظر شمارہ آپ کے ہاتھ میں پہنچے کانفرنس کے متعلق کوئی اعلان سامنے آچکا ہوگا لیکن اندازہ یہی ہے کہ بھارت کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تعطل کا خطرہ زیادہ اور کامیابی کا امکان کم ہے ـــــ ہمارے خیال میں روسی وزیر اعظم مسٹر کوسیجن اگر فریقین کا اختلافِ رائے دُور کرنے کی بھرپور اور غیر معمولی کوشش نہ کرتے تو اس وقت تک کانفرنس ناکام ہو چکی ہوتی ۔ کیونکہ بھارت مسئلہ کشمیر پر باقاعدہ گفتگو کو طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے ٹالنا چاہتا ہے اور پاکستان اپنے اس حق پسندانہ موقف پر سختی سے ڈٹا ہوا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ منصفانہ طور پر حل کیا جائے ۔ ہمارا موقف جس قدر حق پسندانہ اور منصفانہ ہے ۔ بھارتی استدلال اُسی قدر بودا اور عدل و انصاف کے تقاضوں سے عاری ہے پاکستان اٹھارہ سال سے کہتا چلا آیا ہے کہ وہ بھارت سے لڑنا نہیں چاہتا بلکہ اس کی دوستی کا خواہش مند ہے ۔ دونوں ملکوں کے درمیان کشمیر کے سوا کوئی بنیادی اختلاف نہیں ۔ اگر یہ مسئلہ آبرومندانہ طور پر طے ہو جائے تو پاک بھارت تعلقات انتہائی خوشگوار ہو جائیں گے ۔ بھارت کہتا ہے کہ اس مسئلے کو چھوُا بھی نہ جائے اور باقی اختلافات طے کر لئے جائیں ـــــ ظاہر ہے عقل کا تقاضہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اس بنیادی جھگڑے کو خوش اسلوبی سے طے کر لیا جائے جس کی وجہ سے کشت و خون تک نوبت پہنچتی ہے ۔ اور جو دونوں ملکوں میں تنازعہ کی اصل ہے ـــــ مزید برآں بھارتی موقف کو مان لینے کا صاف مطلب یہ ہے کہ کشمیر کے پچاس لاکھ مظلوم و بیکس مسلمانوں کو بھارتی درندوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے اور ریاست پر ہندوستان کے غاصبانہ قبضے کو تسلیم کر لیا جائے ۔ اس نکتۂ نگاہ سے صاف واضح ہے کہ بھارتی موقف میں سرے سے کوئی معقولیّت نہیں ۔ اور یہ عجیب و غریب موقف نہ عقل و خرد کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے اور نہ اسے ہماری قومی غیرت ہی قبول کر سکتی ہے پس تاشقند کانفرنس صرف اسی صورت میں کامیابی سے ہم آغوش ہو سکتی ہے کہ سب سے پہلے مسئلہ کشمیر کو طے کیا جائے جو دونوں ملکوں میں اختلافات کی جڑ ہے اور جس کی وجہ سے جنگ کے شعلے کسی وقت بھی دوبارہ بھڑک سکتے ہیں ۔

اس وقت تک کانفرنس کے جو حقائق سامنے آئے ہیں اُن میں ہمارے لئے یہ امر باعثِ اطمینان اور حوصلہ افزا ہے کہ روس نے مکمل غیر جانبداری سے کام لیا ہے اور کشمیر کے سلسلے میں پاکستان کا موقف چونکہ بدیہی طور پر حق و انصاف سے مطابقت رکھتا ہے اس لئے پاکستان کے نقطۂ نظر کے بارے میں روس کا رویّہ ہمدردانہ ہے ۔ ہماری رائے میں روس کا یہ طرزِ عمل بجائے خود پاکستان کی بہت بڑی کامیابی ہے اور آئندہ چل کر اس کے بہت دُور رَس نتائج برآمد ہو سکتے ہیں ۔ بہرحال تاشقند کانفرنس اس وقت دوراہے اور نازک موڑ پر ہے ۔ اور اس کی کامیابی کا پیمانہ صرف کشمیر کا منصفانہ فیصلہ ہے ـــــ ہمیں توقع ہے کہ سوویٹ یونین کے وزیر اعظم مسٹر کوسیجن اس حقیقت کو ضرور پیشِ نظر رکھیں گے کہ اپنا اخلاقی دباؤ ڈال کر بھارت کو مسئلہ کشمیر پر گفتگو کے لئے آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ ان کی تمامتر کوششیں (جیسا کہ ان کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے) یہی ہیں کہ فریقین کسی اہم نتیجے پر پہنچے بغیر واپس نہ جائیں ۔

"عید نمبر"

قارئین خدام الدین اور ایجنٹ حضرات مطلع رہیں کہ اگلا شمارہ "عید نمبر" ہوگا صفحات ۲۴ ہوں گے قیمت حسب سابق ۲۵ پیسے ہوگی ۔ ایجنٹ حضرات مطلوبہ تعداد سے فوراً مطلع فرمائیں ۔

(مینیجر)

اہلِ خیر کے لئے

ہنگامی حالات نے مدارس عربیہ اور مساجد کی حالت کو ناگفتہ بہ بنا دیا ہے اور اکثر مقامات سے یہ اطلاعات آ رہی ہیں کہ مدارس یا تو ختم کئے جا رہے ہیں یا طلباء و اساتذہ میں کمی کی

(باقی صـ۱۷ پر)



۱۴ر رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بمطابق ۷ر جنوری ۱۹۶۶ء

اللہ تعالیٰ سے ہر گھڑی مغفرت طلب کیجئے!

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمدللہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّابعد : فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم؛
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ (پ ۴ - آل عمران - آیت ۱۳۳)

ترجمہ: اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

ان اعمال و اخلاق کی طرف جھپٹو جو حسب وعدۂ خداوندی اُس کی بخشش اور جنت کا مستحق بناتے ہیں۔ چونکہ آدمی کے دماغ میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آسکتی تھی۔ اس لئے سمجھانے کے لئے جنت کے عرض کو اسی سے تشبیہ دی گئی۔ گویا بتلا دیا کہ جنت کا عرض زیادہ سے زیادہ سمجھو۔ پھر جب عرض اتنا ہے تو طول کا حال خدا جانے کیا کچھ ہوگا۔

حاصل

یہ نکلا کہ مسلمان کو بخشش طلب کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جنت کا مستحق بننے کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں اور ان کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔

بزرگانِ محترم!

رمضان المبارک کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّ اٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ ۝

یعنی رمضان وہ مہینہ ہے جس کی ابتداء رحمتِ الٰہی کے نزول کا وقت ہے، اس کا درمیان مغفرت کا زمانہ ہے اور آخر اس کا دوزخ سے آزاد ہونے کا وقت ہے (یعنی پورا اجر مل جانے کا وقت ہے)

رحمت الٰہی کے معنی جود و عطا اور بخشش کے ہیں۔ چنانچہ حدیث مذکورہ بالا سے نتیجہ یہ نکلا کہ رمضان المبارک کے پہلے دس دن اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی جود و عطا کے دن ہیں۔ توفیقِ الٰہی کے دن ہیں اور ان دنوں میں بندوں کو رمضان المبارک کے فرائض بجا لانے کی ہمت و توفیق عطا کی جاتی ہے اور ظاہر ہے رمضان المبارک کا ورود ہوتے ہی اس کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے۔ مسجدیں جو رمضان سے پہلے خالی نظر آتی تھیں۔ بندگانِ خدا کے ہجوم کے باعث تنگ ہو جاتی ہیں اور ہر طرف تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی کے نغمے سنائی دینے لگتے ہیں۔ صاف واضح ہے کہ یہ سب توفیق الٰہی کی ہی برکت ہے ورنہ طاعت و بندگی میں لگ جانا توفیقِ الٰہی کے بغیر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ پس جب انسان اللہ جل شانہٗ کی توفیق سے طاعت و بندگی میں لگ جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ سبحانہٗ کا دریائے مغفرت جوش میں آجاتا ہے اور پہلے دس دن میں کی گئی نیکیوں کی وجہ سے بندے کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ توفیقِ عبادت اور عطاءِ مغفرت کا لازمی نتیجہ دوزخ سے نجات کا اعلان ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حق تعالےٰ سبحانہٗ آخری عشرہ رمضان المبارک میں اپنے بندوں کو آتشِ جہنم سے نجات پانے کی خوشخبری دیتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ پہلے بیس دن محنت و ریاضت اور کارکردگی کے ہیں اور آخری دس دن پورا اجر پانے کے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں تینوں عشروں کی نعمتوں اور برکتوں سے پوری طرح فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

برادرانِ اسلام!

ان دنوں ہم رمضان المبارک کے دوسرے عشرے سے گذر رہے ہیں۔ گویا کہ ہم ابھی مجاہدہ و ریاضت میں ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ رمضان المبارک کے روزوں اور ان کے لوازمات کو کما حقہٗ ادا کریں۔ کثرتِ تلاوت، کثرتِ ذکراللہ، کثرتِ نوافل اور درود شریف کے وِرد میں زیادہ سے زیادہ مصروف رہیں۔ اپنے گناہوں پر نادم ہوں، حق تعالےٰ سبحانہٗ سے ان کی معافی مانگیں اور آئندہ مدت العمر تک اُن سے بچنے کا عزم مصمم کریں۔

یاد رکھئے! اللہ جل شانہٗ کے سامنے آپ جس قدر جھکیں گے اور جتنی اس سے معافی مانگیں گے وہ اُسی قدر زیادہ خوش ہوگا اور اپنا دامنِ مغفرت زیادہ وسیع کر دے گا — دیکھو! اس بات کو ہرگز نہ بھولو کہ یہ محض اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کا لطف و کرم ہے کہ وہ انسان کو بخشش کے مواقع فراہم کرتا ہے اور اسے ڈھیل دیا جاتا ہے۔ اگر ہم ان موقعوں سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ہماری اس سے بڑی بدبختی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہر گھڑی اللہ سے ڈرتے اور استغفار طلب کرتے رہیں۔

ارشادِ نبوی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ جس قدر خوش بندے کے استغفار کرنے پر ہوتا ہے اور کسی چیز پر نہیں ہوتا — چنانچہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کس قدر پیارے اور میٹھے انداز میں ایک مثال سے واضح فرمایا ہے۔ اور حجاز کے بدوؤں کو ایسا مشکل مسئلہ کیسے سہل الفاظ میں حل کر دیا ہے۔

آپ جانتے ہیں عرب ایک ریگستان ہے جہاں میلوں پانی نہیں ملتا۔ حجاز کی آب و ہوا

(باقی صـ ۱۷ پر)

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب میواتی

قرآن مجید کلام الٰہی ہے جو رمضان شریف میں نازل ہوا

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم : امابعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم: ھٰذا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ ط شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ط ھُدًی لِّلنَّاسِ

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو جس طرح بحیثیت خالق ہونے کے تمام ہی مخلوق پر برتری و فوقیت حاصل ہے اسی طرح اس کے کلام پاک کو کلام ربانی ہونے کی حیثیت سے مخلوق کے تمام کلاموں پر برتری و فوقیت حاصل ہے۔ کلام کرنا و علم اللہ تعالےٰ کی صفت قدیم ہے۔ قرآن مجید علم الٰہی و کلام الٰہی کا مظہر ہے۔ سب سے زیادہ ثواب و عظمت اور تقرب الی اللہ حاصل کرنے کا ذریعہ قرآن مجید ہے۔ سب وظائف سے بڑھ کر یہ وظیفہ ہے۔

قرآن مجید حضرت حق جل مجدہٗ کا پاک و مبارک کلام ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ پاک ہی سچے ہیں اور اس کا کلام پاک بھی سچا ہے ـــ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پاک ہیں، سچے ہیں، آپ کی احادیث مبارکہ بھی سب سچی ہیں۔ جو اس میں ذرا بھی شک کرے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

قرآن مجید کو اللہ پاک نے سب سے بڑے فرشتہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ اپنے محبوب خاتم النبیین سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم پر مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا۔ جو آج تک رتّی برابر فرق کے بغیر اُسی طرح موجود ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ تا قیامت باقی رہے گا۔ خداوند قدوس نے اس کی حفاظت کا خود وعدہ فرما لیا ہے۔ بھلا جس کی حفاظت کرنا خدائے پاک اپنے ذمہ خود لے لے اسے کون مٹا سکتا ہے وہ تو خود مٹ جائے گا۔ چنانچہ ہر دَور میں دشمنانِ اسلام نے اس پاک کلام کو طرح طرح سے مٹانے کی کوششیں کی ہیں۔ کلام مبارک تو بحمد اللہ اسی طرح موجود ہے وہ مٹانے والے ہی خود مٹ گئے حتیٰ ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا۔ یہ ہی حشر آئندہ تا قیامت ایسے ہی ازلی دشمنوں کا ہوتا رہے گا ـــ دنیا میں اتنا بڑا مجموعہ کلام کوئی نہیں جس کا ایک بھی حافظ ہو اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کے فضل و احسان سے ہر دَور میں ہر خطۂ زمین پر کہیں زیادہ کہیں کم لاکھوں کی تعداد میں حفاظِ کلام پاک ملیں گے۔ بعض جگہ ۷ سال سے ۹ سال تک کی عمر کے حافظ دیکھے گئے ہیں۔ یہ حفاظت خداوندی نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت مولانا لاہوری نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ مفسرین کرام، محدثین کرام حفاظ، قُرّاء، کاتبوں اور ناشروں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور جو ان میں سے وفات پا گئے ہیں اللہ تعالےٰ ان کی قبور پر رحمتیں نازل فرمائے ـــ آمین ـــ یہ سب حفاظت کلام خداوندی کے لئے قبول کئے گئے ہیں۔ یہ سب حفاظتِ خداوندی کے مظہر ہیں۔ ان کے علاوہ جس گروہ نے بھی جس نوعیت سے بھی اس کلام پاک کی خدمت اخلاص و یقین کے ساتھ کی ہے۔ سب بہترین جزا پائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ قرآن مجید کے ایک حرف کا انکار بھی کفر ہے، اس کے چھوٹے سے چھوٹے حکم کا انکار کرنا بھی کفر ہے خواہ اس کا نام عبد القدوس، محمد دین ہی ہو اور بیت اللہ شریف میں مر جائے، غلافِ کعبہ کو کفن کے طور پر پہنایا جائے۔ ساری دنیا کے مسلمان نماز جنازہ پڑھیں تو بھی اس کے لئے نہ شفاعت ہے نہ نجات۔ ابدی جہنمی ہے۔ جو لوگ انگریزوں کے زمانہ میں وراثت کی تقسیم کے ڈر سے انگریزی قانون پر عمل کرتے اور محمڈن لاء سے گریز یعنی انکار کرتے تھے حضرتؒ فرماتے تھے وہ بے دین ہو کر مرے ہیں۔ ان کی قبروں کو چاہے ہزار سنگِ مرمر سے منڈھ دو، ہزار قرآن مجید پڑھ کر بخشو ہرگز ثواب نہیں پہنچے گا۔ مرنے والے میں ایمان ہو تو ثواب ملتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مبارک عہد میں ایک قبیلہ نے صرف زکوٰۃ ہی کا تو انکار کیا تھا۔ آپ نے اس وقت تک تلوار نہیں رکھی جب تک انہوں نے توبہ نہ کر لی۔ حالانکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسلمان کی طرف جس نے ہتھیار بھی اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔ اور یہاں سب سے بڑے مسلمان ہیں جنہوں نے صرف ایک رکن کے انکار کرنے والوں پر تلوار چلا دی۔ پتہ چلا کہ انکار کرنے والے مسلمان رہے ہی نہیں تھے! قانون وراثت اسلامی کسی بھی تختی کا قرآن مجید لے لیجئے گا ڈیڑھ صفحہ میں مذکور ہے۔ اس کا انکار کرنے والا کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے؟ رہا سوال سیہی ملّاؤں کا تو ان کا کوئی ایمان دھرم نہیں۔ یہاں تو روٹی مقصود ہے جس کا چاہے جنازہ پڑھوا لو، جس کو چاہو ثواب پہنچوا لو۔

جو لوگ یوں کہتے تھے کہ مُلّا اِزم قائم نہیں ہونے دیں گے اور وہ مر گئے۔ وہ جہنم کے گڑھے میں پہنچ گئے۔ اسی طرح جو قیامت تک اس قسم کا قبیح نعرہ بلند کریں گے کل مرنے کے بعد سیاہ چہرے والوں میں ہوں گے ـــ بھائی! مُلّا اِزم کیا ہے؟ کیا مُلّا کہتا ہے۔ شراب زیادہ پیو، زنا کرو۔ نہیں مُلّا تو یہ ہی کہتا ہے کہ قانونِ خداوندی کو بروئے کار لاؤ۔ اس کا بنانا کیا؟ وہ تو بنا بنایا ہے۔ اس کو قائم نہیں ہونے دو گے تو تم خود قائم نہیں رہو گے۔ حدود اللہ میں کسی ایک حد کو قائم کرنے سے چالیس سال میں جو خیر و برکت سرسبزی آتی ہے وہ فوراً آ جاتی ہے اُخروی اجر الگ رہا۔

حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے تھے احادیث کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے۔ اور قرآن مجید کے انکار سے ایمان نہیں بچ سکتا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دار العلوم دیوبند ارشاد فرماتے ہیں۔ تعجب ہے کہ لوگ کس کے کہنے پر یہ یقین لاتے ہیں۔ کہ یہ قرآن مجید ہے، اللہ پاک کا کلام ہے۔ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب یقین لائے ہو تو بیوقوفو جس طرح آپ کی یہ بات سچی ہے بقیہ (احادیث) باتیں بھی آپ ہی کی ہیں۔ ان کو کیوں سچا نہیں مانتے۔

حضرت لاہوریؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ قرآن مجید متن ہے۔ مجموعہ احادیث مبارکہ اس کی شرح ہے۔ قرآن مجید جس نے نازل فرمایا اسی نے اپنی مراد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھائی اسی مجموعہ کا نام تو احادیث مبارکہ ہے۔ جب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شرح کو قبول نہیں کرتے تو پھر کس کے سمجھے جانے کو معیار قرار دو گے۔ پھر تو ہر ذرا عربی جاننے والا اپنی رائے قائم کرے گا۔ اس طرح تو شیرازہ بکھر جائے گا۔ مرکزیت ختم ہو جائے گی۔ تفسیر بالرائے کا دور دورہ ہو گا۔

مجاہد کبیر حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی نور اللہ مرقدہٗ سے لال قلعہ میں بلا کر شاہی خاندان کے سامنے جب یہ پوچھا گیا کہ سنا ہے آپ تبرکات کی تعظیم کے سلسلہ میں کھڑے نہیں ہوتے۔ فرمایا ہاں نہیں کھڑا ہوتا اس لئے ان کے حقیقی اور صحیح معنی یعنی تبرکات ہونے میں نے تو اور احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کہ جس کے کلام الٰہی

ہونے میں رتی برابر بھی شک نہیں ہے۔ اس لیے تو کوئی کھڑا نہیں ہوتا؟ پھر ان تبرکات کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا کیونکر ضروری ہوگا۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پر اسی ماہ مبارک میں سارا کا سارا نازل فرمایا اور وہاں سے حسب ضرورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔ لہذا اس ماہ کو قرآن مجید کی تلاوت کے سلسلہ میں خاص تعلق حاصل ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک میں سیدنا جبریل علیہ السلام کے ساتھ دور فرماتے تھے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ قرن اوّل سے لے کر اب تک صلحائے امت کو اس ماہ مبارک میں اس کی تلاوت میں بہت مشغول پایا۔ اس سلسلہ میں سب سے بہتر کتاب جو چند آنوں پر بآسانی مل جاتی ہے۔ فضائل قرآن مجید ہے جس کو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دام مجدہم العالی نے تالیف کیا ہے۔ احباب کو چاہیے کہ اس کو ضرور منگائیں خود پڑھیں۔ مسجد میں نمازیوں کو گھر میں بیوی بچوں کو سنائیں۔ فضائل رمضان بھی اگر خرید لیں تو بہت ہی عمدہ ہو! ان کتابوں کے پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ عبادات میں ذوق و شوق بڑھتا ہے پتے بھی لکھ دیئے ہیں۔ کتب خانہ حقانیہ گارڈن روڈ کراچی۔ کتب خانہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب بیرون بوہڑ بازار ملتان۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات نماز میں کھڑے ہو کر اس پاک کلام کی تلاوت فرماتے۔ سیدنا حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ وتر کی ایک رکعت میں تمام رات کھڑے ہو کر پورا قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

حضرت امام شافعی نوراللہ مرقدہٗ ساٹھ قرآن مجید اس ماہ مبارک میں ختم کرتے۔ شیخ الاسلام حضرت عالی مولانا مدنی نوراللہ مرقدہٗ اس ماہ مبارک میں کثرت سے نوافل میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔ اگرچہ حضرت لاہوری نوراللہ مرقدہٗ حافظ نہیں تھے۔ جس طرح حضرت علامہ فخر المحدثین مولانا انور شاہ کشمیری نوراللہ مرقدہٗ باوجود اتنے بڑے محدث اور سید زادہ ہونے کے حافظ نہ تھے مگر دورہ تفسیر اسی ماہ مبارک میں شروع فرما دیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دام مجدہم العالی کے متعلق سنا ہے۔ ایک قرآن مجید رات کو نوافل میں پورا کر لیا کرتے تھے۔ اب بھی اس ضعف پیری کی حالت میں پندرہ پارے پڑھ لیتے ہیں۔ جانشین برحق حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری ثالث دام مجدہم رات دن اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کی تلاوت بکثرت نوافل میں کھڑے ہو کر فرماتے ہیں۔

امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ و کرم اللہ وجہہٗ الکریم روایت فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہو کر قرآن مجید پر ہر حرف کے بدلہ میں سو۱۰۰ نیکیاں ملیں گی۔ نوافل میں اگر بلا عذر بیٹھ کر پڑھیگا تو ہر حرف کے بدلہ میں پچاس نیکیاں ملیں گی۔ باوضو نماز کے علاوہ دیکھ کر تلاوت کرے گا تو ہر حرف کے بدلہ میں ۲۵ نیکیاں ملیں گی۔ بلا وضو بغیر چھوئے منہ زبانی پڑھے گا تو ہر حرف کے بدلہ میں ۱۰ نیکیاں ملیں گی! عزیزو، اندازہ لگاؤ تلاوت کلام پاک اور پھر اس ماہ مبارک میں کس قدر خیر و برکت کا سبب ہے۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے۔ ایک ماہ میں قرآن مجید ختم کر لیا کرو، یہ بھی نہ ہو تو چالیس روز میں تو ختم کر ہی لیا کرو۔ ویسے جس کو جتنی ہمت ہو اتنا تو ضرور ہی پڑھے۔ پاؤ یا اس سے بھی کم مگر پڑھو ضرور، ناغہ نہ ہو۔ ہو جائے تو دوسرے دن پورا کر لیا۔

شیخ طریقت حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی پسروری فرماتے ہیں۔ کثرت ذکر اللہ، تلاوت کلام اللہ اور صحبت اہل اللہ بیماردوں کے لئے شفار کا درجہ رکھتی ہیں۔

قرآن مجید پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا سب رضائے خداوندی کے ذرائع ہیں۔ اور اسی کا حاصل کرنا مقصد حیاتِ انسانی ہے۔

ایک بزرگ نے خواب میں اللہ تعالےٰ سے عرض کیا کہ آپ تک پہنچنے کا قریب تر راستہ کون سا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ میرے کلام کے ساتھ کمال درجہ کا شغف یعنی رات دن اس کی تلاوت، اس کا سمجھنا، اس پر عمل کرنا۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے جس کا مفہوم یوں ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والے کی آواز پر اللہ پاک خاص توجہ فرماتے ہیں۔ جن گھروں میں قرآن مجید کی بکثرت تلاوت ہوتی ہے وہ گھر آسمان والوں کو اسی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں جس طرح دنیا والوں کو آسمان میں تارے دکھائی پڑتے ہیں۔

قرآن مجید کے لئے خطرۂ عظیم

آج کل صرف اردو ترجمہ میں بلا متن شریف کے بھی ملتا ہے یعنی عربی عبارت شریفۂ قرآن مجید کی بالکل نہیں ہوتی۔ صرف ترجمہ ہی ترجمہ ہے جس کا نام ان کم عقلوں نے "روشن چراغ" جو اصل میں بجھا چراغ ہے، رکھا ہے۔ اور انگریزی میں نہایت عمدہ کاغذ پر اعلیٰ درجہ کی چھپائی کے ساتھ امریکہ سے The Glorious Quran کے نام صرف انگریزی ترجمہ ہی ترجمہ قرآن کے نام بازار میں دیکھا گیا ہے۔

دوستو! یہ ہرگز ہرگز قرآن مجید نہیں ہیں قرآن مجید نام ہے اس مجموعہ مبارک کا جو عربی زبان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ نرے ترجمہ کا نام قرآن مجید نہیں۔ خوب مان لو۔ جو صاحب عربی نہیں پڑھ سکتے وہ مترجم قرآن مجید لے لیں۔ عبارت مبارک پر نگاہ رکھیں اور ترجمہ پڑھ لیں۔ مطلب تو پھر بھی حاصل ہو جائیگا ایسا مجموعہ جس میں قرآن مجید کے حروف عربی زبان میں نہ ہوں خواہ ترجمہ کسی زبان میں ہو تو وہ نرا ترجمہ ہے جس کا اعتبار کوئی نہیں۔ اور قرآن مجید نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو قرآن مجید کہنا سمجھنا، اس کی تلاوت ثواب سمجھ کر کرنا خطا ہے، گناہ ہے، دھوکہ ہے۔ اس کا احترام کرنا پاگل پن ہے۔ اس کا جلا دینا ثواب ہے، اس کا چھاپنا گناہ ہے۔ اس کی خرید و فروخت گناہ ہے۔

یہ انگریز خبیث کی چال تھی۔ تاکہ اصل قرآن مجید دنیا سے نیست و نابود ہو جائے اور مختلف تراجم ہی باقی رہ جائیں جس طرح آج اصل انجیل باقی نہیں ہے اور صرف مختلف تراجم ہی ہیں۔ ہاں اوّل اوپر اصل عبارت شریفہ ہو پھر جس زبان میں چاہے ترجمہ ہو تو مترجم قرآن مجید کہلانے کا مستحق ہے۔

اللہ تعالےٰ جل شانہٗ ہم سب کو اس کی تلاوت کرنے، اس کے سمجھنے، اس پر عمل کرنے اس کی اشاعت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور نقلی نام نہاد مجموعوں سے بچائے۔ آمین!

"یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ"

نفیرِ جہاد

عظمت تفہیمی جھنگ صدر

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ
قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ
بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ
مِنْ دُوْنِھِمْ ج لَا تَعْلَمُوْنَھُمْ ج
اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ (پ۱۰ ع۴)

ترجمہ: دشمنانِ اسلام کے لئے جتنی بھی ہوسکے قوت تیار رکھو۔ اتنی قوت جس سے تم اپنے اور خدا کے دشمنوں کو مرعوب کرسکو۔ بلکہ ان دشمنوں کے لئے بھی تیار رہو جن کی دشمنی اگرچہ بظاہر دوستی کے غلافوں میں لپٹی ہوئی ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے علم میں وہ تمہارے دشمن ہی ہیں — اور دیکھو اس سلسلہ دفاع و جہاد میں جو کچھ بھی تم خرچ کروگے وہ پورا پورا تمہیں واپس کر دیا جائے گا اور تمہاری ذرہ برابر حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

اے واعظِ جہاد، مگر تارکِ جہاد
تیغِ زبان کو ہمدمِ تیغِ نیام کر

اُمّت! ہم مسلمان اپنے آپ کو پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہتے ہیں — لیکن کیا واقع میں ہم امت ہیں؟ اور امتِ محمدیہ ہونے کی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں؟

کیا امت کے معنی نافرمان، مخالف اور دشمن کے ہیں؟

اگر امت کے یہی معنی ہیں تو بے شک ہمارا اُمتی ہونے کا دعوےٰ صحیح ہے۔ اور اگر امت کے یہ معنی نہیں ہیں۔ اور بلا شبہ نہیں ہیں — تو پھر میں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم امتی ہونے کے دعوے میں صادق القول نہیں ہیں اس لئے کہ:-

ہمارے جھوٹ کی گواہی خود ہمارے ہاتھ دے رہے ہیں۔ جب ہم اُن سے وہ سارے کام کرتے ہیں۔ جن سے صاحبِ امت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے۔ اس جھوٹ کی گواہی خود ہمارے پاؤں دیتے ہیں۔ جب ہم اُن کو بے تکلف اس راستے پر چلاتے ہیں جس کو صاحب امت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت کا راستہ قرار دیا ہے۔

اس جھوٹ کی شہادت خود ہماری آنکھیں دیتی ہیں جب ہم ان کو ایسے مشاہدات میں غرق کر دیتے ہیں جن کی طرف ادنیٰ توجہ کی اجازت بھی صاحبِ امت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں دی ہے۔

اس جھوٹ کی شہادت خود ہمارے دماغ پیش کرتے ہیں جب ہم ان سے ایسی ایسی اسکیمیں تہذیب و ثقافت کے نام پر مرتب کرتے ہیں جن سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی تردید اور تضحیک ہوتی ہے۔

پھر کیا ہم اس کے باوجود اپنے اُمتی ہونے کے دعوے میں حق بجانب ہیں؟ اور کیا ہم واقعی اُن برکتوں اور وعدوں کے حقدار ہیں جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے کر رکھے ہیں —!

توبہ! اس میں شک نہیں کہ ہم نے اب تک عصیان اور نسیان ہی کی زندگی گذاری ہے۔

اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ہم آج تک اپنے اصلی مقام اور ذمہ داریوں سے غافل رہے ہیں۔

اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے آج تک اسلام کے دشمنوں ہی جیسی کرتوتیں کی ہیں۔

لیکن پھر بھی ہم اپنے ربِّ رحیم اور نبیٔ رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ہمارے غسلِ صحت کے لئے ایک ایسی شاندار **توبہ** تجویز کر دی ہے۔ جس کی برکت سے ہم ایک لمحہ کے اندر فاسق سے متقی اور دوزخی سے جنتی اور دشمنِ خدا سے محبوبِ خدا بن سکتے ہیں۔

سُنو! سُنو!

وہ شاندار اور طاقتور توبہ جہاد فی سبیل اللہ ہے جو اسلامی فرائض میں سب سے بڑا فریضہ اور نبیٔ آخر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سب سے بڑی سنت ہے۔ اسی سنت نے ہمارے سروں پر سرفرازی کے تاج رکھے تھے اور اسی سنت نے قیصر و کسریٰ کے تاج بھی ہمارے قدموں میں لاکر ڈالے تھے۔

اور ہاں ہاں، یہی وہ سنّت ہے جس سے غافل ہو جانے کے بعد ہم ذلیل اور کمزور بھی ہوتے تو اتنے ہوئے کہ اندلس جیسی عظیم الشان اسلامی حکومت سے کتوں کی طرح مار مار کر نکال دئے گئے۔ اور پورے آٹھ سو سال تک ہندوستان کی سرزمین پر اسلامی پرچم لہرانے کے باوجود آخر کار سات سمندر پار کے چند مسافر تاجروں سے شکست کھا کر اُن کے وفادار غلام بن گئے۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ ۱۹۴۷ء میں جب کافروں کے ہاتھوں ہماری اولاد کو ہمارے سامنے ذبح کیا جا رہا تھا تو اس وقت بھی ہمارا وہ حشر اسی وجہ سے ہو رہا تھا کہ ہم مدتِ دراز سے جہادِ فی سبیل اللہ کو اسلامی اور قومی زندگی سے خارج کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے قاری، مولوی اور خطیب بھی جب ہمیں منبر پر قرآن سناتے تھے تو اُس کے صفحات سے سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کو نکال کر سناتے تھے۔ اور بہت بڑا جرم کرتے تھے۔

فرضِ عین! سطورِ بالا میں مَیں نے جہاد فی سبیل اللہ کو سنت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہی سنت اُس وقت فرضِ عین ہو جاتی ہے جب کفر کی طاقت میدانِ جنگ میں نکل کر اسلام اور مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دینے لگ جائے۔

مسلم نوجوانو! آج یہی صورتِ حال درپیش ہے۔ بھارت کا اسلام دشمن ہندو بھوپال اور حیدرآباد جیسی چھوٹی چھوٹی "فتوحات" سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر خود پاکستان کو چیلنج کر رہا ہے۔ ایک مرتبہ پنجہ آزمائی کر چکا ہے۔ اور اب دوسری مرتبہ فیصلہ کن جنگ کرنا چاہتا ہے۔

غیرت مند نوجوانو! بھارت کے چیلنج کو آگے بڑھ کر قبول کر لو۔ خواب گاہوں سے نکل کر قبول کر لو، تفریح گاہوں سے نکل کر قبول کر لو — سینما ہالوں سے نکل کر قبول کر لو، دکانوں سے اُٹھ کر قبول کر لو، دفتروں سے اُٹھ کر قبول کر لو، کارخانوں سے نکل کر قبول کر لو، کلبوں، ہوٹلوں اور ثقافت گاہوں پر لعنت بھیج کر قبول کر لو، اپنی سرحدوں سے نکل کر قبول کر لو، دشمن کی سرحدوں میں داخل ہو کر قبول کر لو، ماؤں سے اجازت لے کر قبول کر لو، بیویوں اور بہنوں سے رخصت ہو کر قبول کر لو، کل کے بجائے آج قبول کر لو، بلکہ آج کے بجائے اب اور اسی لمحہ قبول کر لو۔

یہ چیلنج! یہ چیلنج ہمارے لئے عزت کا زیور ہے۔ اس چیلنج میں ہمارے لئے

مسرت کے نغزانے ہیں۔ اس چیلنج میں ہمارے لئے بیداری کے ترانے ہیں۔

اس چیلنج کو ہمارا بچہ بچہ قبول کرتا ہے۔ مشرق میں بھی قبول کرتا ہے اور مغرب میں بھی، خشکی میں بھی قبول کرتا ہے اور تری میں بھی، زمین پر بھی قبول کرتا ہے اور آسمان میں بھی۔

اذان

چیلنج کے بجائے اذان جہاد سمجھ کر قبول کرتا ہے۔ اور اسے بھارت! یقین رکھ اس اذان جہاد کو سن کر ہم سب اسی طرح میدان کی طرف لپکنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ جس طرح پانچ وقت کی اذان نماز سن کر لپکنے کے عادی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے باطل اور طاغوت کے طلسم ہوشربا کو ہر زمانے میں اپنے فرمانبردار بندوں کے ذریعے توڑا ہے اور آج بھی وہ اس کے طلسموں کو اپنے بندوں ہی کے ہاتھوں سپرد جحیم کروانا چاہتا ہے۔

آؤ! اے مسلمانو اور کلمے کے شریک بھائیو آؤ! اے متقیو اور فاجرو! اے انصار اور مہاجرو! اے دہابیو اور سنّیو آؤ کہ آج ہم کلمۂ توحید و وحدت کے نام پر اپنی تمام خانہ ساز تفریقات مٹا کر، اپنی تمام واقعی اور غیر واقعی حدبندیوں کو نظر انداز کر کے ایک امت، غیرت مند امت، سیسہ پلائی ہوئی امت اور مجاہد فی سبیل اللہ امت بن جائیں اور ایک ایسی شاندار اور آخری توبہ کر لیں جس سے بڑھی کوئی توبہ نہیں۔ اور جس توبہ کے شرطیہ قبول ہونے میں بھی کوئی شک اور شبہ نہیں۔

آؤ ہم خدا کا ہاتھ بن جائیں جس کی تلوار کفر کے زہریلے درخت کی سب جڑیں کاٹ کر رکھ دے۔

آؤ ہم خدا کے پاؤں بن جائیں۔ جن کے نیچے وہ آن کی آن میں باطل پرستوں کے تمام ایٹمی اور فولادی عزائم کو روند کر ہمیشہ کے لئے ختم کر ڈالے۔

آؤ ہم خدا کی نظر قہر بن جائیں۔ جس کے شعلے ایک ہی لپیٹ میں کفر کی چتا کو خاکستر جہنم بنا کر ہوا میں اڑا دے۔

یہاں تک کہ پھر اس کی زمین صرف اسی کے دین، اسی کی اطاعت اور اسی کی بادشاہی کے لئے خالص ہو جائے۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۔

دشمنوں سے لڑتے، لڑتے اور لڑتے ہی رہو۔ یہاں تک کہ خلافِ اسلام کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین و اطاعت بس اللہ ہی کے لئے مخصوص ہو جائے۔

مہاجرین ہند سے! میرے مہاجر بھائیو!

کیا ہم نے اس لئے ہجرت کی تھی کہ ہمیں زندگی گذارنے کے لئے عافیت کے کچھ سانس اور مل جائیں۔؟

کیا ہم نے اپنے گھر بار اور وطن عزیز کو اس لئے چھوڑا تھا کہ ان کے بدلے میں ہمیں ان سے بہتر در و دیوار میسر آجائیں۔؟

کیا ہم نے اپنے بچوں کو اس لئے ذبح کروایا تھا کہ ہمارے دلوں میں ان کے لئے پدری اور مادری جذبات موجود نہیں تھے۔؟

میں تمہیں اتنا بے غیرت اور بزدل نہیں سمجھتا کہ تم ۱۹۴۷ء کی مصیبتوں کو یکسر بھول گئے ہو گے اور تمہارے دل ان مظالم کی یاد سے خالی ہو گئے ہوں گے جن کی داستانیں اب تک ہمارے زخمی چہروں، جلے ہوئے اعضاء، کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں اور خم کھائی ہوئی گردنوں پر خون کی روشنائی سے لکھی ہوئی ہیں۔ جنہیں ہمارے یتیم بچے اور ہماری بیوہ عورتیں زبانِ حال سے ہر وقت ہمارے سامنے دہراتی رہتی ہیں۔ اور جن کی عبرتناک یاد دہانیاں وہ پی، ٹی، او اور پی، ٹی، ڈی ہیں جنہیں ہم اپنی اغوا شدہ بہنوں اور بیٹیوں سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے نظر آرہے ہیں۔

انصار سے! میرے انصار بھائیو! اگر مہاجرین کو مشرقی پنجاب اور مغربی بنگال میں کتاب اللہ کے صحیفے، قال اللہ اور قال الرسول کے مدرسے، اولیاء اللہ کے متبرک مزارات اور چپے چپے پر بنی ہوئی مقدس مساجد خدا کے قہر سے نہ بچا سکیں تو کل کیا تمہیں ہیر رانجھا کے مزار، علی ہجویری عرف داتا صاحب کے مزار، شاہی مساجد، بڑے بڑے مل اور کارخانے، بڑے بڑے ہائی اسکول اور کالج، شاندار سینما ہال، عیش و طرب کی محفلیں، کلب گھر، جوئے خانے اور راحت و آرام کے بستر خدا کے عذاب سے بچا سکیں گے ــــ اس عذاب سے کہ جب کسی قوم کے لئے اس کے نزول کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو پھر اس کو زمین اور آسمان کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی ــــ بچانا تو کجا، بلکہ یہ ساری طاقتیں الٹی سرکاری گواہ اور مجرم قوم کی تباہی کی مؤید بن جاتی ہیں۔

قرآن پر عمل کی طرف سے غفلت برتو گے تو یہ قرآن خود تمہاری بربادی کی سفارش کریگا۔

نماز کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دو گے تو مسجد کا ایک ایک مینار دشمن کے بمباروں کو جھوٹے نمازیوں پر بم برسانے کی دعوت دے گا۔ اور حالیہ جنگ میں ایسا ہوا بھی ہے۔

میں آج آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسلام کی سب سے بڑی اور آخری عبادت جہاد فی سبیل اللہ ہے جو قوم بھی اس عبادت کو فراموش کرے گی اسے نہ قرآن کریم بچائے گا اور نہ مسجدیں، اور نہ ہی بھرپور چھاؤنیاں، میگزین اور بیرکیں۔

تم نے آزاد ہونے کے باوجود ۱۸ سال تک جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری نہیں کی تو آج تمہیں وہ دن دیکھنا پڑا کہ پیش قدمی کرتے چلے جانے کے باوجود صرف اس لئے فائر بندی قبول کر لی کہ فوج تو تیار ہے لیکن قوم تیار نہیں۔ قوم میں نہ افسران کی جگہ پُر کرنے والے موجود ہیں اور نہ پولیس اور فوج کی جگہ لینے والے ــــ کاش! ہم ۱۸ سال میں ایک ایک مسلمان کو مجاہد فی سبیل اللہ بنا دیتے اور آج کشمیریوں کے قتل عام کو خاموشی کے ساتھ یوں برداشت نہ کرتے۔

سب مسلمانوں سے!

میرے مہاجر اور مقامی بھائیو! میں آپ کے اندر جہاد فی سبیل اللہ کی نیت پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ یہ نیت زندہ ہو گئی تو ہمارا ہر فعل زندہ ہو گا۔ اور اگر یہ نیت مردہ ہو گی تو ہمارا ہر کام مُردہ ہو گا۔

اے اللہ! اے اللہ! ہمارے دلوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے منور فرما۔

اے اللہ! ہمارے عملوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے تقاضوں سے مزین فرما۔

اے اللہ! ہماری پوری قوم کو جہاد فی سبیل اللہ کی تربیت کے لئے آمادہ فرما۔

اے اللہ! افواج پاکستان کو کفر کی فوجوں پر غلبہ عطا فرما۔

اے اللہ! کشمیر کے مظلوموں کو ظالم کے پنجۂ ظلم سے نجات عطا کر۔

اے اللہ! دنیا کی تمام مسلم اقوام کو قومی اتحاد نصیب کر۔

اے اللہ! انڈونیشیا کو ہر اندرونی اور بیرونی خطرے سے محفوظ رکھ۔

اے اللہ! چینی افواج کو امریکی افواج پر ہر محاذ میں غلبہ عطا کر۔

اے اللہ! پاکستان کو مغربی اقوام متحدہ کے مقابلہ میں اسلامی اقوام متحدہ بنانے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! دنیا کے ہر حصے میں اسلام کا بول بالا اور کفر کا منہ کالا کر۔

اے اللہ! ہم سب مسلمانوں کو میدانِ جہاد کی سچی توبہ نصیب کر۔

اے اللہ! ہم سب کو میدانِ جہاد کی افضل نماز نصیب کر۔

اے اللہ! ہم سب کو میدان جہاد کی مقبول دعائیں نصیب کر۔

(باقی ص۱۸ پر)

حافظ عبدالمجید صاحب بھاکری خطیب ایل۔او۔ایس۔قاری ریڈیو پاکستان

اعتکاف

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّابعد :۔

اعتکاف عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں کسی مکان میں مقیم ہو کر بیٹھ جانا۔ شریعت مطہرہ نے جس مفہوم کے لئے اس لفظ کو استعمال کیا ہے اُس کی تعریف ان الفاظ میں ہوسکتی ہے۔ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اُس کی بندگی اور عبادت میں دنیا اور اس کے علائق سے الگ اور بے نیاز ہو کر کچھ عرصے یا کچھ دنوں یا کچھ وقت کے لئے کسی مسجد یا مصفیٰ مکان میں ٹھہر جانا۔ قرآن حکیم میں دو جگہ اعتکاف کا ذکر ملتا ہے۔

پہلے پارے کے پندرھویں رکوع کی چوتھی آیت میں ارشاد ربانی ہے :۔

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی ط وَعَہِدْنَا اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعَاکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْد

ترجمہ : اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی۔ اور بناؤ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ۔ اور حکم کیا ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو کہ پاک کر رکھو میرے گھر کو طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔

دوسرے پارے کے ساتویں رکوع کی پانچویں آیت میں ارشاد ہے :۔

وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ ط یعنی تم مسجدوں میں اعتکاف کرو۔

اعتکاف کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللہ۔ یعنی رحمت کائنات اپنی ساری زندگی رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں اعتکاف بیٹھے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم یَعْتَکِفُ کُلَّ عَامٍ عَشْرًا۔ فَاعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ فِی الْعَامِ الَّذِیْ قُبِضَ۔ یعنی نبیٔ رحمت علیہ السلام رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ جس سال اس دنیا سے آپ پردہ پوش ہوئے اس سال آپ دو عشرے یعنی بیس دن اعتکاف بیٹھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان فلم یعتکف عاما۔ فلما کان العام المقبل اعتکف عشرین۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال ایک اہم دینی ضرورت کی وجہ سے آپ اعتکاف نہ بیٹھ سکے۔ جب دوسرا سال آیا تو آپ دو عشرے یعنی ۲۰ دن اعتکاف بیٹھے۔

حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی وجسدی) نے اعتکاف کی فضیلت اور اعتکاف بیٹھنے والے کے اجر و ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ھو یعتکف الذنوب و یجزی من الحسنات لعامل الحسنات کلھا۔ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس کی نیکیاں بھی اتنی ہی لکھ دی جاتی ہیں جتنی غیر معتکف کی ہوتی ہیں۔ یعنی معتکف جنازہ میں شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ سے گو معذور رہتا ہے لیکن ان نفلی عبادات کے ثواب سے معتکف کو اللہ رب العزت اپنی رحمت اور فضل و کرم سے سرفراز فرما دیتے ہیں۔

اعتکاف کے بارے میں ان اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسانی قلب کے گوشے گوشے اور کونے کونے میں اللہ رب العزت کی محبت اس طرح سما جاتے کہ اس کے مقابلے میں کائنات کی اعلیٰ سے اعلیٰ محسوس ہونے والی ہر چیز ہیچ اور گھٹیا معلوم ہو۔ اور یہ کیفیت نصیب ہو کہ معتکف انسان اپنے معبودِ حقیقی اور مطلوب ابدی کے ایک اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کرے عرض کرے کہ پروردگار!

مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ

تیرا حق ابھی ادا نہیں ہوا۔

مخلوقات کا اشرف ترین جز یعنی انسان اپنی زندگی کے انفرادی دور سے گذر رہا ہو یا اجتماعی فرائض سے سبکدوش ہو رہا ہو محبت خداوندی کے جذبہ سے مخمور اور معمور ہو کر اخلاص اور ایمان کی زبان سے پکار اٹھے۔ میرے مالک !

اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

معتکف کا حال محبتِ خداوندی میں ایسا ہو جائے کہ گویا وہ ابھی اُن خوش نصیب افراد میں سے ایک ہے جن کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ — یعنی ایمان والے لوگ تو اللہ کے ساتھ ہی زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

لیکن یہ حال تو اسی صورت میں نصیب ہوسکتا ہے جب حجرۂ اعتکاف کا مکین زبانِ حال سے فارسی شاعر کے ان الفاظ کی صحیح تصویر بنا ہو ؎

دو عالم را بیک بار از دلِ تنگ
بروں کردیم تا جائے تو باشد

میرے مطلوب! میں نے کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو نکال باہر پھینکا ہے تاکہ دل میں تو ہی تو ہو۔ اور میرے ضمیر کی گہرائیوں میں بھی آپ ہی جلوہ افروز ہوں۔

میرے اللہ! اب میں نے دل کے دروازے تیرے ماسوا کے لئے بالکل بند کر دئے ہیں کیونکہ اب آپ کی معرفت سے آگاہی ہوگئی ہے ؎

عَرَفْتُ الْھَوٰی مُذْ عَرَفْتُ ھَوَاکَ
وَاَغْلَقْتُ قَلْبِیَ عَمَّنْ سِوَاکَ

محبت کا پتہ تو اب چلا ہے جب آپ کی محبت سے دل آشنا سا ہوا ہے۔ اب آپ کے سوا مجھے کسی سے الفت نہیں۔ اب آپ ہی کی رضا جوئی اور خوشنودی میری زندگی کا نصب العین ہے ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

آپ زندہ رکھیں تو آپ کی عنایت، فنا کردیں تو میں آپ پر قربان ہوں۔ جب دل آپ کی محبت میں مبتلا ہوگیا اب آپ ہی کی رضا میری حیات کا سرمایہ ہے ؎

نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ اَھْوٰی فَاَرَّقَنِیْ
وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتَ بِالْاَلَمِ

رات کو آپ ہی کا تصوّر بیدار رکھتا ہے۔

اور محبت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کیونکہ محبت لذات کو

آلام سے بدل دیتی ہے یعنی ؎

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

طالبِ صادق کی اس والہانہ اظہارِ محبت کے جواب میں مطلوبِ ازلی کی طرف سے جواب آتا ہے ؎

نَزِّهْ فُؤَادَكَ عَنْ سِوَانَا وَأْتِنَا
فَجَنَابُنَا حِلٌّ لِكُلِّ مَنْ نَزَّهْ

اپنے دل کو ہمارے ماسوا کی محبت سے خالی کرکے آ۔ تیرے استقبال کے لئے ہمارے بازو ہر وقت کھلے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہم تو تمہارے اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیں گے۔

باز آ باز آ ہر آنکہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ ناامیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اے انسان! تو جس حال میں ہے جو کچھ بھی ہے ہمارے ہاں آ جا۔ اگر سو بار توبہ کی اور توڑ دی پھر بھی ہمارے ہاں آ جا۔ ہماری بارگاہ میں ناامیدی اور مایوسی نہیں۔ اگر تو ایک قدم ہماری طرف آئے ہم دس قدم تیری طرف بڑھینگے اگر تو جلدی سے آئے تو ہماری رحمت بھاگ کر تجھے اپنے دامن میں لے لے گی۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ـ

"اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی۔ اللہ کی رحمت سے آس مت توڑو" اللہ گناہ بخشتا ہے۔ اور گناہ معاف کرنے والا مہربان بھی وہی ہے۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اللہ کی ناراضگی سے بچتے رہو اور اس کا قرب اور خوشنودی حاصل کرو اور اس کی رضا کے لئے محنت کرتے رہو تاکہ اس کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکو۔

اس محررہ تفصیل سے گریز کرتے ہوئے اگر ہم اس کے خلاصہ پر نظر کریں تو علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں:۔

"اعتکاف کا مقصود یہ ہے کہ معتکف کی روح اس درجہ مصفّا ہو جائے کہ اللہ ہی کا ہو رہے اور اپنے آپ کو ہر طرف سے ہٹا کر اُسی پر نثار کرنا ہے۔ تاکہ فانی چیزوں کے تفکّرات سے بے نیاز ہو کر اُسی کے ذکر اور اُسی کی محبت میں محو ہو جائے۔

صاحبِ راقی الفلاح لکھتے ہیں:۔

"اگر اعتکاف اخلاص سے ہو تو یہ ایک افضل ترین عمل ہے۔ اس کے فوائد حد اور شمار سے باہر ہیں۔ اس لئے کہ اس کے ذریعہ انسان کا دل دنیا اور ہر فانی چیز سے پاک ہو جاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو مالک کے سپرد کر دیتا ہے اور حالت یہ ہو جاتی ہے کہ گویا ؎

پھر جی میں ہے کہ در پر کسی کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منّتِ درباں کئے ہوئے

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

○

اخلاقِ نبوی کا منظوم مرقع

عفو و کرم

برکت علی خان شمیم ایم اے

سفر میں آنحضورؐ اک روز محوِ استراحت تھے
صحابہؓ سے الگ ویرانہ میں اِک پیڑ کے نیچے
کمر سے کھول کر تلوار لٹکائی تھی ٹہنی پر
بہ ظاہر ختم تھے اسوقت سب سامانِ حفاظت کے
یکایک ایک کافر غورث ابن حارث آ پہنچا
اتاری شاخ سے تلوار اور جھٹ سے بڑھا آگے
"بچا سکتا ہے مجھ سے اے محمدؐ! کون اب تجھ کو"
جگایا آپؐ کو اور تیغ لہرا کر۔ کہا اس نے
اُٹھے جذبے سے حضرتؐ اور فرمایا "مرا اللہ"
یہ سننا تھا کہ چکرا کر گرا وہ خوف و دہشت سے
گری تلوار اس کے ہاتھ سے اس لڑکھڑاہٹ میں
اُچک لی آپؐ نے تیزی سے قبل اس کے کہ وہ اُٹھے
وہی تلوار اس کے سینہ پر رکھ کر یہ فرمایا
"کہو غورث بچا سکتا ہے تجھ کو کون اب مجھ سے"
ندامت سے وہ چپ تھا اور کچھ کہنے سے ڈرتا تھا
کہ اتنے میں جناب رحمۃٌ للعالمینؐ بولے
رہا کرتا ہوں تجھ کو جا کہ میں بدلہ نہیں لیتا
مجھے انداز سکھلائے ہیں حق نے عفو و رحمت کے
رسولِ پاکؐ کی پاکیزہ سیرت واہ کیا کہنا!
اسی سیرت کا خاصا ہے کرم کرنا ستم سہنا!

★

ایم عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی - شیخوپورہ

فضائلِ رمضان و فلسفۂ روزہ

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (پ ۲ - ع ۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔

ایمان لانے کے بعد چار فرض عائد ہوتے ہیں (۱) نماز (۲) زکوٰۃ (۳) روزہ (۴) حج جو اس کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں رہتا اور جو شخص اس فرض کو چھوڑ دے وہ سخت گنہگار اور فاسق ہوتا ہے۔

روزہ رکھنے میں بیشمار حکمتیں ہیں اعضاً (قویٰ) سست ہو جاتے ہیں تو نفس کی تیزی جاتی رہتی ہے اور حرام کی طرف رغبت بہت کم ہوتی ہے جب اعضاء میں صفائی آتی ہے تو دل بھی صاف ہو جاتا ہے۔ غریبوں مسکینوں کی حالت کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ان پر رحم آتا ہے۔ ہر چیز کے لئے اُس کے مناسب زکوٰۃ اور پاکی کا سامان ہوتا ہے۔ بدن کی زکوٰۃ اور پاکی کے لئے خدا تعالےٰ نے روزہ کو مقرر فرمایا ہے۔ چونکہ روزہ میں نفس پر سخت مشقت ہوتی ہے۔ لہذا خدا تعالےٰ نے اس کا ثواب بھی بے اندازہ مقرر کیا ہے۔ اور عبادتوں کے ثواب کی ایک حد مقرر مقرر فرمائی ہے مگر روزے کے ثواب کے لئے فرما دیا ہے کہ ہم خود بے حساب جس قدر ثواب چاہیں گے عطا فرمائیں گے۔ اور جب ایسا رحیم و کریم خود بلاحساب ثواب عطا فرمائے گا تو لینے والا مالا مال ہو جائے گا۔ (حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ دیوبندی)

روزہ نفس پرستی سے روکتا ہے

حدیث میں آیا ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہر نیکی کا دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاتا ہے مگر روزہ خاص میرا ہے اور مَیں خود اس کا صلہ جو چاہوں گا دوں گا۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

ترجمہ: روزہ خاص میرے لئے ہے۔ اور مَیں اس کا جتنا چاہتا ہوں بدلہ دیتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کرنے والے کی نیت اور نیکی کے نتائج کے لحاظ سے تمام اعمال پھلتے پھولتے ہیں اور ان کی ترقی کے لئے ایک حد مقرر ہے مگر روزہ کی ترقی کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔

ماہ رمضان چونکہ خیر و اصلاح کے پھلنے پھولنے کا موسم ہے اور اس میں ایک شخص نہیں بلکہ لاکھوں، کروڑوں مسلمان مل کر اس نیکی کے باغ کو پانی دیتے ہیں۔ اس لئے یہ بے حد و حساب بڑھ سکتا ہے۔ جتنی زیادہ نیک نیتی سے اس مہینہ میں عمل کروگے اُسی قدر زیادہ برکتوں سے خود فائدہ اٹھاؤگے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو فائدہ پہنچاؤگے۔

روزہ کے سوا دوسری جتنی عبادتیں ہیں وہ کسی نہ کسی ظاہری حرکت سے ادا کی جاتی ہیں مثلاً نماز میں آدمی اٹھتا، بیٹھتا اور رکوع و سجود کرتا ہے جس کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے — حج میں ایک لمبا سفر کر کے جاتا ہے اور پھر ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے ساتھ سفر کرتا ہے — زکوٰۃ بھی کم از کم ایک شخص دیتا ہے اور دوسرا شخص لیتا ہے۔ ان سب عبادتوں کا حال چھُپ نہیں سکتا۔ اگر آپ ادا کرتے ہیں تب بھی دوسروں کو معلوم ہو جاتا ہے۔ اور اگر ادا نہیں کرتے تب بھی لوگوں کو خبر ہو جاتی ہے۔

اس کے برخلاف روزہ ایک ایسی عبادت ہے۔ جس کا حال خدا اور بندے کے سوا کسی دوسرے پر کھُل نہیں سکتا۔ ایک شخص سب کے سامنے سحری کھائے اور افطار کے وقت کچھ ظاہر میں نہ کھائے پیئے۔ مگر چھپ کر پانی پی جائے یا کچھ کھالے تو خدا کے سوا کسی کو بھی اس کی خبر نہیں ہو سکتی۔ ساری دنیا یہی سمجھتی رہے گی کہ وہ روزے سے ہے اور وہ حقیقت میں روزہ سے نہ ہوگا۔

پس روزہ وہی مخلص مسلمان رکھے گا جس کو لوگوں میں اپنے عابد و زاہد کہلائے جانے کا شوق اور ریا و نمود کی محبت نہ ہوگی۔

اسلام میں رمضان کا مہینہ روزے کی عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ایک وقت میں سب کے سب مل کر روزہ رکھیں۔ اس حکم نے انفرادی عبادت کو اجتماعی عبادت بنا دیا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ط (پ ۲ ع ۷)

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور راہ پانے کی روشن دلیلیں ہیں۔ اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی۔ سو جو کوئی تم میں سے اس مہینہ کو پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے۔

روزہ رکھنے کا حکم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک برابر جاری رہا ہے گو تعیین ایّام میں اختلاف ہو۔

روزے سے نفس کو اُس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو اُن مرغوبات سے شرعاً حرام ہیں روک سکوگے۔ روزے سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آئے گا تو اب تم متقی ہو جاؤگے۔

بڑی حکمت روزے میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو۔ اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ۔

جاننا چاہیئے۔ یہود و نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق اُن میں اپنی رائے سے تغیّر و تبدّل کر لیا۔

اے مسلمانو! تم نافرمانی سے بچو۔ مثل یہود و نصاریٰ کے اس حکم میں خلل نہ ڈالو۔ مسافر اور بیمار کو قضا کرنے کی اجازت ہے۔ اگر تم کو روزہ کی فضیلت اور حکمت اور منافع معلوم ہوں تو روزہ رکھنے میں کوتاہی نہ کرو۔

حدیث میں آیا ہے کہ صحف ابراہیمی، توراۃ اور انجیل سب الہامی کتابوں کا نزول رمضان شریف ہی میں ہوا اور قرآن شریف بھی رمضان کی شب قدر کو لوح محفوظ سے اول آسمان پر سب ایک دم بھیجا گیا۔ پھر تھوڑا تھوڑا کر کے مناسبِ احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر نازل ہوتا رہا۔ اور ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل شدہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکرّر سناتے تھے۔

ان سب حالات سے رمضان کے مہینے کی فضیلت اور قرآن مجید سے اس کی مناسبت اور خصوصیت خوب ظاہر ہوگئی۔ اس لئے اس مہینے میں تراویح مقرر ہوئیں۔ پس قرآن کی خدمت اس مہینے میں خوب اہتمام سے کرنی چاہیئے۔ آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مسنون ہے۔

اس ماہ مبارک کے فضائل مخصوصہ عظیمہ

تم کو معلوم ہو چکے تو اب جب کسی کو یہ مہینہ ملے اُسے ضرور روزہ رکھنا چاہیئے — پس ایک ماہ کا باضابطہ روزہ ہر مسلمان، عاقل و بالغ پر فرض ہے۔ اور وہ ابتدائے ماہ رمضان سے ماہ شوال کا چاند دیکھنے تک ہے۔ اور ہر روز نیت کا صحیح ہونا اور تزکیۂ باطن کے ساتھ شرطِ صادق چاہیئے۔

ماہِ رمضان میں خدا تعالےٰ کی رحمت اہلِ دنیا کی طرف خاص طور سے نازل ہوتی ہے۔ جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور بھی اسی مبارک ماہ کی ۱۸ر تاریخ کو مرحمت ہوئی۔ اس ماہ میں اکثر شیاطین قید ہو جاتے ہیں جس کا ظاہر اثر یہ ہے کہ گناہ اس مہینے میں بہت ہی کم ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً رمضان کے آخری دنوں میں۔ یہ ایسی بات ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے صدقات و خیرات کا ثواب اس ماہ میں معمول سے صدہا درجہ زیادہ ملتا ہے۔

رمضان کا پہلا عشرہ اللہ کی رحمت کا ہے، دوسرا عشرہ مغفرت اور معافی کا، تیسرا عشرہ دوزخ سے نجات کا۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے روزہ کے اصل مقصد کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ سمجھایا ہے کہ مقصد سے غافل ہو کر بھوکا پیاسا رہنا کچھ مفید نہیں۔

وَمَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔

ترجمہ: جس کسی نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا ہی نہ چھوڑا تو اُس کا کھانا اور پینا چھڑوا دینے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں — دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَکَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ۔

ترجمہ: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں۔ کہ اس روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا اُن کے پلّے کچھ نہیں پڑتا۔ اور بہت سے راتوں کو کھڑے رہنے والے ایسے ہیں کہ اس قیام سے رت جگے کے سوا اُن کے پلّے کچھ نہیں پڑتا۔

روزہ کا مقصد یہ ہے کہ بدن کے کسی عضو سے کوئی کام خلافِ شرع نہ ہو۔ یعنی زبان غیبت سے محفوظ رہے اور آنکھ نامحرم کو بُری نگاہ کے ساتھ دیکھنے سے بچی رہے۔ اعضائے بدن کے ساتھ قلب بھی فکر و وسواس سے محفوظ رہے اور سوائے ذکرِ الٰہی کے کسی چیز کا بھی اُن کے دل میں گذر نہ ہونے پائے۔ لیکن یہ پچھلا حصّہ خاص بندوں کا روزہ ہے کیونکہ یہ درجۂ کمال ہے۔ اس کا حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔

اس لئے کم از کم اتنا خیال تو ضرور رکھنا چاہیئے کہ ایسے کھانے پر روزہ افطار کیا کرو جو بلا شبہ حلال اور پاک ہو۔ اور وہ بھی اِتنا نہ کھاؤ جس سے معدہ بھاری اور بدن سُست ہو جائے۔ کہ تہجّد کو بھی آنکھ نہ کھلے۔ اور ایسا نہ کرو کہ دن کے چھوٹے ہوئے کھانے کی بھی تلافی افطار کے وقت کرنے لگو۔ کیونکہ ایسا کرنے والوں کو روزہ کا اتنا نفع نہیں ہوتا جتنا سُستی کی وجہ سے نقصان ہو جاتا ہے۔

روزے کے اصل مقصد کی طرف سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف توجہ دلاتے ہیں:۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

ترجمہ: جس نے روزہ رکھا ایمان اور احتساب کے ساتھ، اُس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دئے گئے۔

احتساب کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہر وقت اپنے خیالات اور اعمال پر نظر رکھے کہ کہیں وہ ایمان کے خلاف تو نہیں چل رہا ہے — اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ۔ "روزہ ڈھال کی طرح ہے" کہ جس طرح ڈھال دشمن سے بچنے کے لئے ہے۔ اسی طرح روزہ بھی شیطان کے وار سے بچنے کے لئے ہے۔ لہٰذا جب کوئی شخص روزے سے ہو تو اُسے چاہیئے کہ اس ڈھال کو استعمال کرے اور دنگے فساد سے پرہیز کرے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے۔ یا اس سے لڑے تو اس کو کہہ دینا چاہیئے کہ بھائی میں روزہ سے ہوں۔ مجھ سے تم یہ توقع نہ رکھو کہ تمہارے اس مشغلہ میں حصّہ لوں گا۔

روزہ کے جسمانی، رُوحانی اور اجتماعی فوائد

روزہ جسم کے تمام ظاہری و باطنی قویٰ کو جلا دیتا ہے۔ جسم کو ردّی اخلاط سے پاک کرتا اور فاسد و مضر مادے کو دور کرتا ہے قلب و جگر، دل و دماغ اور معدے کے عمل کو درست کرتا ہے۔

روزہ حیوانی خواہشات اور انسانی جذبات میں توازن پیدا کرتا ہے۔

روزہ کے ذریعہ انسان کو احساس ہوتا ہے کہ بھوک پیاس کی شدّت اور فقر و فاقہ کی تلخی کیسی ہوتی ہے۔ روزہ دار کو قدرتی طور پر بھوکے اور پیاسے لوگوں سے ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ غریبوں اور محتاجوں پر رحم کرتا ہے۔ اُسے بھوک پیاس سے بلکتے بچوں اور بے چین ہوتے ہوئے انسان کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔

مہینہ بھر کے مسلسل روزے انسان کو محنتی، جفاکش اور سخت جان بنا دیتے ہیں۔ روزہ میدانِ جہاد میں صبر و ثبات کا سبق دیتا ہے اور کٹھن وقت کے لئے تیار کرتا ہے۔

روزہ روح کی بالیدگی اور تازگی بخشتا ہے۔ تقویٰ اور پاکیزگی پیدا کرتا ہے۔ اطاعتِ الٰہی اور سنتِ نبویؐ کا عادی بناتا ہے۔ حدود اللہ کے اندر رہ کر محتاط اور اچھی زندگی بسر کرنے کا خوگر بنا دیتا ہے۔

روزہ اخلاق کو بلند کرتا ہے۔ ناشائستہ اور ناپسندیدہ حرکتوں سے روکتا ہے اور ضبطِ نفس کی تعلیم دیتا ہے۔ اس طرح ایک انسان اچھا شہری بن سکتا ہے۔

روزہ کا مقصد یہ ہے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ روزہ داری کے حکم کو سختی نہ سمجھو اس سے تمہاری مشکلات حل ہونگی۔

روزوں کے ذریعہ سے تم میں خدا تعالےٰ کی ذاتِ پاک کے ساتھ ایک نسبتِ روحانی پیدا ہو جائے گی۔ یعنی تمہاری روح پاک ہو جائے گی، نفس پاک ہو جائے گا، جسم پاک ہو جائے گا، معاشرت اور تمدن پاک ہو جائیں گے۔

روزہ کا دوسرا مقصود یہ ہے لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ کہ تم شکر گذار بن جاؤ۔

تیسرا مقصود یہ ہے کہ لَعَلَّکُمْ یَرْشُدُوْنَ تاکہ تم منزلِ مقصود پہ پہنچ جاؤ۔

آپ تقویٰ، شکر اور رُشد تین الفاظ یاد رکھیئے۔ تقوے کا پھل یہ ہے کہ انسان میں اپنی عقل، ہاتھ، زبان، آنکھ اور دولت وغیرہ کے غلط استعمال کی طاقت نہیں رہتی۔

شکر کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان میں اپنی عقل، ہاتھ، زبان، طاقت اور دولت کے جائز استعمال کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

رُشد یہ ہے کہ انسان خطروں، بدیوں اور آزمائشوں سے بچ کر اور اللہ کی نعمتوں کا صحیح استعمال کر کے اپنی منزلِ مقصود کو پا لیتا ہے۔

روزہ دار اگر روزہ کے مقصد کو سمجھیں تو وہ ضرور یہ تینوں دولتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

رمضان صرف نزولِ قرآن ہی کی سالگرہ نہیں بلکہ تبلیغ اسلام کی نقاب کشائی، جہاد اور قیامِ خلافت کی بھی سالگرہ ہے۔ اس مبارک مہینہ کو

دنیا میں اسی لئے بار بار لایا جاتا ہے تاکہ انسان تمام غیر الٰہی قوانین کی اطاعت سے سبکدوش ہو جائے۔ جہاد کی تقدیر روشن ہو، خلافت کا ستارہ چمکے اور خدا کی زمین پر خدا کے قانون شریعت کی حکومت قائم ہو جائے۔

حضرت علیؒ ہجویری بن عثمان جلابی المعروف بہ داتا گنج بخش اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا ـــ "اِحْبِسْ حَوَاسَكَ" یعنی اپنے حواس کو اپنے ضبط و قابو میں رکھ ـــ اور حقیقت میں حواس خمسہ (یعنی دیکھنا، سننا، بولنا، سونگھنا، چھونا) کو احکام الٰہی کا تابع رکھنا ہی سب سے بڑا اور مکمل جہاد ہے۔ جس سے انسان صحیح معنوں میں مومن اور متقی بنتا ہے ـــ آدمی کی معلومات میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا حصول ان پانچ حواس کے ذریعہ سے نہ ہوتا ہو۔

محض کھانے پینے سے روزہ رکھ لینا اور شرائط و آداب صوم کی پیروی نہ کرنا بچوں اور جاہلوں کا مشغلہ ہے۔ شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ دنیاوی اور نفسانی خواہشات اور سفلی خواہشات سے روکنے کے لئے رکھنا چاہیئے۔ نیز دوران روزہ تمام حرام چیزوں سے قطعی اجتناب کرنا چاہئے۔ روزے کے دوران پیٹ کو کھانے پینے سے محفوظ رکھنا، آنکھوں کا ہر ناجائز نظارہ سے، کانوں کو غیبت، دروغگوئی اور لغویات سننے سے، زبان کو بھی تمام مکروہ و فحش اور جھوٹی باتوں سے اور مجموعی طور پر تمام جسم کو خلاف شرع افعال سے باز رکھنا چاہئے۔

امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں کہ صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔ بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالٰے کے نزدیک مشک سے سے زیادہ اچھی ہے۔ روزہ دار کی نیند عبادت ہے اور اس کا سانس تسبیح ہے اور اس کی دعا مقبول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ عبادت کے لئے دروازہ ہے اور اس کی سب فضیلتیں اسی لئے ہیں کہ خواہشات ہی مانع عبادات ہیں۔ اور سیری خواہشات کی مدد ہے اور بھوک اسے مار دیتی ہے ـــ

روزہ کی چھ سنتیں ہیں (۱) سحری دیر سے کھانا (۲) پانی یا کھجور سے جلدی افطار کرنا (۳) زوال کے بعد مسواک نہ کرنا (۴) فقیروں کو کھانا کھلانا (۵) قرآن شریف کی تلاوت بہت کرنا (۶) سجدہ میں معتکف ہونا۔ خاص کر آخری دس راتوں میں جس میں لیلۃ القدر ہے ـــ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں آرام و خواب چھوڑ دیتے اور عبادت الٰہی پر کمر باندھ لیتے۔ آپؐ اور آپؐ کے اہل عبادت سے ذرا غافل نہ ہوتے۔ اور شب قدر رمضان شریف کی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷ اور ۲۹ کی راتوں میں ہے۔ اور اکثر ستائیسویں رات ہوتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تمام عشرہ اعتکاف کرے۔ مسجد میں کھانا، سونا جائز ہے۔ قضائے حاجت کے بعد اعتکاف کی نیت کو پھر تازہ کر لے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ بہشت کا دروازہ کھٹکھٹایا کرو۔ لوگوں نے پوچھا۔ کس سے؟ آپؐ نے فرمایا۔ بھوک سے۔

رمضان میں اس بات کی منادی کر دی جاتی ہے کہ اے طالب خیر! آگے تیرا وقت ہے اور اے طالب شر! ٹھیر کہ تیرے لئے جگہ نہیں اور روزہ کی بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالٰے نے اسے اپنے ساتھ نسبت دی ہے۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اگرچہ عام عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے لیکن یہ خصوصیت ایسی ہے جیسا کہ کعبہ شریف کو اپنا گھر ارشاد فرمایا۔ اگرچہ تمام ملک اُسی کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ شیطان آدمی کے جسم میں خون رواں کی طرح ہے۔ ابلیس اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور خواہشات اس کا لشکر ہیں۔ روزہ اس کے لشکر کو تباہ کرتا ہے کیونکہ روزہ کی حقیقت خواہشات کو ترک کرنا ہے۔ اپنے نفس کو تمام خواہشوں اور کھانے پینے، جماع کرنے سے روکنا اور قوت بہیمیہ کو مغلوب کر کے روح کو اس کے اذکار سے منور اور تازہ کرنا روزہ کا مقصد ہے۔ پھر اپنے دل کو ذکر الٰہی، تلاوت قرآن، نماز، مراقبہ اور اعتکاف میں لگائے گا تو بے شک اس کی رُوح کو قوت ہوگی اور اس جسم کو چھوڑنے کے بعد بھی حیات ابدی اور عالم قدس میں زندہ رہنے کا سبب ہوگا اور نیز احکام مذکورہ بالا کی تعمیل جسمانی خواہشوں کے خلاف ہے اور جبتک انسان اپنی نفسانی خواہشوں سے مقابلہ کرنے کا خوگر نہیں ہوتا اور اصول حسنات اور صبر پر بھی قادر نہیں ہوتا بلکہ دنیاوی ترقی کے لئے بھی مصائب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے روزہ کا حکم دیا۔ تاکہ روح قوی ہو جائے نفس کی خواہش اور تیزی توڑنے کے لئے آسمانی ہدایت میں قدیم سے ریاضت کا حکم ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! تم پر روزے فرض ہوتے ہیں جس طرح کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض ہوئے تھے تاکہ تم نفس کشی کے عادی ہو کر متقی بن جاؤ۔ یہ روزے چند ایام یعنی ۲۹ یا ۳۰ دن کے ہوتے ہیں نہ کہ ہمیشہ کے لئے۔ پھر مسافر، بیمار اور پیر فرتوت کے لئے رعایت بھی رکھی گئی ہے۔

روزہ کے برابر کوئی عمل نہیں۔ جس طرح روزہ باطنی برائیوں سے بچاتا ہے۔ اسی طرح بہت سی ظاہری بیماریوں سے بھی بچاتا ہے۔ کیونکہ زیادہ تر بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی سے ہوتی ہیں، روزہ سے ان میں کمی ہوگی تو ایسی بیماریاں بھی نہ آئیں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ رکھا کرو تندرست ہو جاؤ گے۔

روزہ اور قرآن یہ دونوں قیامت کے دن روزہ دار کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا اے پروردگار! میں نے اس کو کھانے اور نفسانی خواہش سے روکے رکھا سو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمائیے۔ قرآن کہے گا کہ یہ نماز تراویح میں قرآن سنتے رہنے کی وجہ سے نیند سے رُکا۔ سو اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے۔ پھر ان دونوں کی سفارش قبول کر لی جائیگی۔

روزہ دار کے لئے صبح کی نماز سے مغرب کی نماز تک ستر ہزار فرشتے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اس ماہ میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر ملے گا اور اس ماہ کا ایک فرض دوسرے ماہ کے ستر فرضوں کے برابر ہوگا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

قطعۂ تاریخ وفات

ڈاکٹر سعید جلال الدین مرحوم

حیف وہ ڈاکٹر سعید احمد
مفتی صاحب[1] کے جو کہ تھے داماد
دفعتہً ہارٹ فیل ہو کے گئے
دار فانی سے تا بخلد آباد
سال رحلت اگر کوئی پوچھے
آپ کہئے غریق رحمت باد
۱۹۶۵ء

دنیا سے جا رہا ہے وہ ڈاکٹر سعید اب
جو فن کا بھی تھا ماہر اور نیک پارسا بھی
ہے ہے جوان مرگی اُف اُف وہ پارسائی
تاریخ اس کی کہئے "مغفور ہو گیا بھی"
۱۳۸۵ھ

تاریخ وفات: بخشش ـ ۱۹۶۵ء
داخل خلد ہو گئے — مغفرت محب صادق
۱۳۸۵ھ — ۱۹۶۵ء

[1] حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فضائلِ ماہِ صیام

محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل سکول بہاولپور

رمضان المبارک کے فضائل کا ذکر کرنے سے پہلے سرورِ کائناتؐ ترجمانِ حقیقتؐ کی زبانِ اقدس سے اس مبارک ماہ کی ایک خصوصیت سُن لیجئے۔ اور پھر اس کے مختلف فیوض سنتے جائیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس مبارک مہینے میں شیطنت و معصیت کے دروازے بند اور رحمت و مغفرت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہوں اس کے فضائل کا بیان کسی کے بس کا روگ نہیں چنانچہ ہم جس قدر فضائل بیان کرتے جائیں گے۔ فضائل کی مقداریں بدستور اضافہ ہوتا جائے گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا" بڑا بدبخت ہے وہ شخص جس نے رمضان شریف کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کو بخشوا نہ سکا۔" اس فرمانِ قدسیؐ سے صاف مترشح ہے کہ اگر انسان اس مہینے میں تہِ دل سے نادم ہو کر ایزد و متعال کا مطیع بن جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے تمام گناہ معاف نہ ہو جائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ رجب اور شعبان میں اکثر روزے رکھتے۔ اور فرماتے کہ رجب اور شعبان میرے مہینے ہیں اور رمضان خدا تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ حقیقت میں مہینے تو سب خدا کے ہیں۔ لیکن اس مہینے میں اس کی رحمت زوروں پر ہوتی ہے۔ اور روزہ دار روزہ کا ثواب خود خدا تعالےٰ سے پاتا ہے۔ جبکہ عام نیکیوں کا ثواب فرشتے مرتب کرتے ہیں، اور روزہ دار کے منہ کی بُو خدا تعالےٰ کے نزدیک عنبر کا فور سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس مبارک مہینے میں بندہ جب دن کے وقت روزہ رکھتا ہے اور رات کے وقت محض رضائے ایزدی اور حصول ثواب کے لئے قیام (تراویح) کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کے تمام سابقہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اور اسی مہینے میں ایک ایسی رات ہوتی ہے، جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔

آج کل یہ عام دستور ہے۔ کہ رمضان المبارک کے فضائل بیان کرتے وقت ہمارے علماء، حافظ اور قراءٗ و خطیب روحانی فیوض کے ساتھ ساتھ جسمانی اور مادی فیوض کی ایک طویل فہرست بھی بیان کرتے ہیں۔ لیکن مسلمان کا ایمان تو ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز خواہ وہ خوشی دینے والی ہو یا غم و اندوہ سے ہمکنار کرنے والی ہیں مصلحت ضرور ہوتی ہے۔ اور بالخصوص ہمارے تمام دینی فرائض تو دنیاوی منافع جات کے مجموعہ ہیں۔ جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں، تو بھلا روزہ ایسا اہم فرض جسمانی فوائد سے کیوں کر خالی ہو سکتا ہے۔

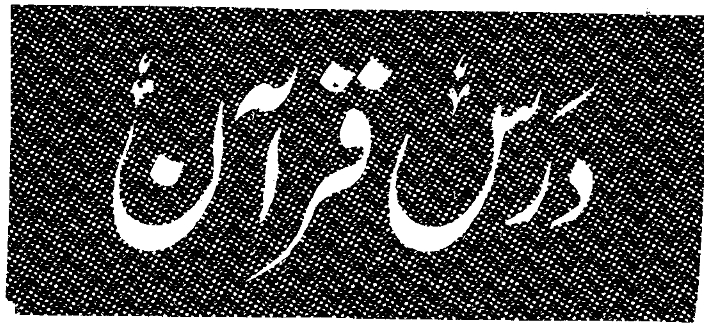
اسلام کی ابتدائی تاریخ پر نظر ڈالئے، ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر نماز فرض تھی چنانچہ ہر قسم کی صعوبتیں سہنے کے باوجود شیدایانِ اسلام نے اس فریضہ کی تکمیل کی۔ اور اس تکمیل کی راہ جس قدر کٹھن اور جاں گسل تھی اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، لیکن صدیقؓ و عمرؓ نے اطاعت کی راہ میں ان مشکلات کو حائل نہ ہونے دیا، اور روزے تو فرض ہی مدنیؐ زندگی میں ہوئے جبکہ روزے بھی اگر مکیّ زندگی میں فرض ہو جاتے تو مسلمان کو ان کی ادائیگی میں نماز ایسی تکالیف قطعاً نہ اٹھانی پڑتیں کیونکہ روزے کا علم تو فقط ذاتِ واحد اور خود روزہ دار کو ہوتا ہے۔ اس کا مرتبہ اس لئے بھی افضل و ارفع ہے۔ کہ اس میں ریا کا شائبہ نہیں ہوتا۔ جبکہ نماز کے لئے تو کئی لوازمات کی تکمیل کرنے سے نماز کا عزم بآسانی پتہ چل جاتا ہے کفار مسلمانوں کو بے پناہ ایذائیں دیتے۔ لیکن اگر روزے نماز کی جگہ ہوتے تو مسلمانوں کو بہت کم تکالیف اٹھانی پڑتیں، لیکن شاید اس سے شجرِ اسلام کو وہ استحکام نصیب نہ ہوتا جو آج حاصل ہے۔ آپ جانتے ہیں کندن اسی وقت بنتا ہے جب بھٹی میں پگھلایا جائے۔ اور انسانی فطرت کی تکمیل بھی اسی اصول کی رہینِ منت ہے۔ کہ مصائب و آلام اس کو پختہ اور جور و جفا اس میں نکھار پیدا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ان مصائب سے ثابت قدم اور کامران نکلتے ہیں۔ فوز و فلاح فقط ان کی طرف پیش قدمی کرتی ہے۔ چنانچہ ان ابتدائی ایام سے کامیاب ہو کر نکلنے والے مسلمانوں کو بھی تو مبشرہ یعنی دنیا ہی میں "فوزِ عظیم" کی بشارتیں مل گئیں۔

اور مدنی زندگی میں جب فرزندانِ اسلام کے روحانی تزکیہ کے ساتھ جسمانی قوت و برداشت کی بھی ضرورت تھی۔ تو قدرت نے اس غرض کے لئے روزے فرض فرمائے۔ جو ان دونوں فوائد کا مجموعہ تھے۔ لیکن فرض کر لیجئے کہ روزہ میں جسمانی فوائد نہ ہوں تو کیا ہم روزہ رکھنا چھوڑ دیں گے اگر ایک مسلمان کو علم ہو جائے کہ وہ روزہ سے دُبلا اور لاغر ہو جائے گا۔ تو کیا وہ روزہ چھوڑ دے گا؟ یقیناً نہیں، ہم تو روزہ حصولِ رضا ایزدی کے لئے رکھتے ہیں اور جسمانی کمزوری یا قوتِ برداشت اپنی جگہ پر ہیں، اگر خدا کے مطیع بندے کو لاکھ عوارض کا خطرہ کیوں نہ ہو۔ تو پھر بھی وہ محض خدا کے لئے روزہ ضرور رکھے گا اور یہی وہ جذبہ ہے جو روزہ کی اصل روح ہے۔ کہ انسان ہر حال میں ذاتی خواہشات سے قطع تعلق ہو کر احکام خداوندی کو پیشِ نظر رکھے۔ اور ان پر عمل پیرا رہے۔ اور یہی وہ روزہ جو قیامت دن اپنے رکھنے والے کی سفارش کرے گا، اور ایسی سفارش کیوں قبول نہ ہو گی۔ محض ترک و اکل و شراب سے روزے کے فیوض عیاں نہیں ہوتے بلکہ اصل مقصد "تقویٰ" اور "ضبطِ نفس" ہے، اور جو انسان ان منازل سے گذر جاتا ہے۔ روزے کے مکمل فوائد اسی پر ظاہر ہوئے لیکن اس کا انحصار حال پر ہے۔ بغیر حال کے متمتع ہونا مشکل ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

قیامت شو قیامت را ببیں
دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں

آخر میں خدا تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ ہمیں خدا تعالیٰ کا تابع فرمان اور سچا بندہ بنائے اور اپنی اطاعت و جاں سپاری سے روزے کے مکمل فیوض سے متنفع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں



منعقدہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۶۵ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

سورۂ بقرہ - پارہ ۲ - رکوع ۷ ——— از آیت ۱۸۳ تا ۱۸۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے بزرگو اور بھائیو! چونکہ رمضان المبارک شروع ہو رہا ہے، آج دوسرا روزہ ہے۔ اسی مناسبت سے آج کے درسِ قرآن میں روزے کے متعلق جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وہ پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائیں اور عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

قرآن مجید کی جو سب سے پہلی آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ وہ جمہور مفسرین کے نزدیک اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ہے۔ اسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے آگے چل کر ارشاد فرمایا۔ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کن کن باتوں سے روکا گیا۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ○ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ○ آگے آتی ہے تفصیل کہ بعض ایسے لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز سے روکتے ہیں۔ آگے فرمایا اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حکم دیتے ہیں۔ تقویٰ کا۔ تو اس سے بھی روکتے ہیں۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کی اساس اور بنیاد کیا تھی۔ وہ ہے حضورؐ کا تقوے کا حکم دینا۔ اور مخالفوں کا اس سے چڑنا اور اس کو اپنے لئے خطرناک سمجھنا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے روکنا چنانچہ ترتیب عثمانیؓ میں جو ہمارے سامنے قرآنِ مجید موجود ہے۔ جس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق اور سند حاصل ہے بلکہ یہ دوسرے الفاظ میں ترتیب نبویؐ ہی سمجھ لیجئے۔ پہلی بڑی سورت قرآنِ مجید میں آئی ہے وہ سورۂ بقرہ ہے۔ جس کا یہ ایک حصہ آج کے درس میں پڑھا گیا۔ اس کے شروع ہی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ قرآنُ مجید ہدایت ہے۔ کس کے لئے؟ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ تقویٰ والے لوگوں کے لئے۔ اور تقوے کا معنیٰ پرہیز گاری۔ اور یہ کوئی اتنا مشکل لفظ تو نہیں ہے۔ کہ ہم اس میں کوئی سوال و جواب بتائیں یا کوئی لمبی تنقیدیں اور تنقیحیں نکالیں۔ اس دنیا کی بات ہے میرے بھائیو! اور دوستو! کہ ہر چیز، ہر دوائی، ہر نصیحت، ہر عمل، اسی کے لئے تو مفید ہو سکتا ہے۔ جو اس کی مخالفت سے بچے۔ اگر ایک آدمی کو پیاس لگی ہو، وہ پانی بھی پیتا رہے۔ اور اپنے پاس انگیٹھی بھی جلا کر رکھ لے تو کیا خیال ہے۔ آپ کا اس کی پیاس بجھ جائیگی۔ پانی کیا فائدہ دے گا۔ اگر ایک آدمی کو سردی لگ رہی ہے چائے بھی پی رہا ہے۔ اور ٹھنڈے پانی سے غسل بھی کر رہا ہے، تو اسے کیا فائدہ ہوگا۔ ایک شخص بیمار ہے دوا بھی استعمال کر رہا ہے۔ اور اس کے مطابق ہے۔ جو پرہیز ہے اس پرہیز کو بھی توڑتا چلا جا رہا ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے لئے وہ دوا مہلک بن جائے۔ بجائے شفا کے نقصان دے دیے۔ اسی کو قرآن مجید نے یوں فرمایا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ○ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ فرمایا قرآن مجید تو شفا ہے۔ رحمت ہے۔ لیکن کس کیلئے لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ یقین والوں کے لئے۔ ایمان والوں کیلئے۔ اور جو لوگ ظالم ہیں میری حدوں کو توڑتے ہیں۔ ان کو قرآن مجید کوئی فائدہ نہیں دیگا۔ قرآن تقوے کی دعوت دیتا ہے۔ تقوے کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ کہ ہم کسی بہت اونچی بڑی شخصیت کو یا ایک بہت بڑے عنوان کو اپنے ذہن میں رکھ لیں۔ ہر مسلمان متقی اور پرہیز گار ہے۔ اور ہر متقی مسلمان ہے۔ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنے هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ قرآن ہدایت ہے۔ ایمان والوں کے لیے۔ کیونکہ ایمان والے وہی لوگ ہیں۔ کہ تقویٰ جن کو حاصل ہے۔ اور پرہیز گاری کو اختیار کرتے ہیں۔ پرہیز گاری کا مفہوم کیا ہے۔ اللہ کی نافرمانی سے بچنا۔ یہ درست ہے۔ کہ صوفیائے کرام نے تقوے کے متعلق درجات بیان کئے ہیں۔ جیسے کہ امام بیضاویؒ نے بھی اس سلسلے میں بہت کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ الگ مسئلہ ہے۔ پھر تقوے کے درجات بہت زیادہ ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے صریح ممنوعات سے بچتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو شبہات سے بھی بچتے ہیں۔ بعض وہ ہیں۔ جو مباحات سے بھی بچتے ہیں مباح کام اس کو کہتے ہیں کہ جس کو کریں۔ تب بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ اور نہ کریں۔ تب بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ کے ایسے بھی بندے ہیں۔ جو مباحات تک سے بچتے ہیں۔ یہ درجات کا الگ مسئلہ ہے۔ لیکن نفسِ تقویٰ اور ایمان۔ یہ دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔ یعنی تقویٰ اور ایمان۔ اسلام، ایمان اور تقویٰ ایک چیز ہیں۔ درجات میں اختلاف ہے۔ یعنی درجات جو ہیں۔ وہ الگ ہیں۔ جس کا تقویٰ تھوڑا ہے۔ وہ ذرا تھوڑا متقی ہو گا۔ زیادہ سے تو زیادہ ہو گا۔ جو مباحات سے بھی بچے گا عشق کے مقام پر پہنچ جائے گا۔ اس کا تقویٰ اور بھی بلند ہو گا۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آتا ہے۔ کہ انہوں نے ساری عمر بسطام کے خربوزے نہیں کھائے۔ کسی نے پوچھا کیا یہ خربوزے حرام ہیں۔ تو فرمایا۔ کہ حرام حلال کی بحث تو میں نہیں کرتا۔ البتہ میں نے اپنے علم کے مطابق سیرت کی تمام کتابوں میں کوشش کے ساتھ اس مسئلے کو دیکھا ہے کہ مجھے پتہ چلے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائے ہیں۔ یا نہیں کھائے تو چونکہ مجھے حضورؐ کے متعلق علم نہیں ہو سکا۔ نہیں پتہ چلا، اس لئے میں بھی نہیں کھاتا کیونکہ نہ کھانے سے میرا کوئی نقصان نہیں ہے اور کھانے سے یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جس چیز کو امام الانبیاء نے نہیں چکھا میں کیوں کھاؤں؟

غرض یہ تقوے کا اونچا مقام ہے۔ اس مقام پر ہم تو نہیں پہنچ سکتے۔ بہرحال کہنا یہ ہے کہ قرآن مجید تقوے کی کتاب ہے۔ اور تقوے کا مفہوم کیا ہے۔ تقوے کا مفہوم ہے۔ اللہ کی نافرمانی سے بچنا۔ اور اسی تقوے کا سورت بقرہ میں اور دوسری سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ پس جو دوست قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ سمجھ چکے ہوں گے۔ کہ یہاں پر پہلی آیتوں میں تقوے کی بحث چلی آ رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فلاں کام بھی تقویٰ ہے۔ فلاں عبادت بھی تقویٰ ہے، اور اسی تقوے کا ایک شعبہ اور ایک حصہ ہے۔ روزہ بھی بلکہ تقویٰ کا بہت بڑا ایک رکن ہے۔ روزہ جیسے قرآن مجید نے یہاں پر بیان فرمایا ہے۔ میں ساتھ ساتھ ترجمہ بھی کرتا جاؤں گا۔ اور جو تفسیر اللہ تعالیٰ سمجھائیں گے وہ بھی عرض کر دوں گا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے ماننے والو، اے یقین والو، اے ایمان والو، اے مسلمانو۔ عنوان پہلے یوں ارشاد فرمایا۔ اے ایمان والو۔ تم مان چکے ہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ تم مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے رہتے ہو، پکارتے رہے ہو۔ اب تم مدینہ میں چلے آئے ہو۔ اور دین کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر آئے ہو۔ اب میری باتوں کو سنو، میرے احکام کو سنو،

كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ لکھے گئے۔ ہیں تم پر روزے بھی۔ كُتِبَ۔ لکھے گئے ہیں۔ تم پر روزے۔ یہ ذرا اور تاکید کا لفظ ہے۔ اگر یوں فرما دیتے فُرِضَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ۔ فرض کر دیے گئے تم پر روزے، تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا۔ لیکن لفظ فرض میں اور لفظ کتاب میں فرق ہے۔ اور وہ فرق ہے۔ اثر کے اعتبار سے، ہمارے ذہن کے اعتبار سے چنانچہ ہم کو اگر یہ کہا جائے۔ کہ تجھے میں دس روپے دیدوں گا۔ یا اچھا تجھے میں ملازمت دے دوں گا۔ یا دلوا دوں گا تو ہمیں اتنا یقین نہیں ہوتا۔ جتنا سامنے آرڈر کر دینے اور لکھ دینے سے آتا ہے، لکھنے کا مسئلہ! یہ پہلے دن سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کوہِ طور پر

اپنی اُمّت کے چند افراد کو لے گئے توبہ کرانے کے لئے۔ وہاں پر انہوں نے توبہ کی، رب العالمین ان سے راضی ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک درخواست کی (سورۂ اعراف نویں پارہ کے رکوع نویں میں آتا ہے) وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ وَاكْتُبْ لَنَا۔ اے اللہ لکھ دے ہمارے لئے، مقرر فرما دے ہمارے لئے، یعنی میری امت کے لئے دنیا اور قیامت دونوں کی بہتری۔ یہاں پر وَاكْتُبْ لَنَا کے الفاظ آئے ہیں یعنی لکھ دے۔ مقصد یہ تھا کہ لفظ کتابت میں ذرا زیادہ قوت ہے۔ لکھ دے ہمارے لئے دونوں جہان کی بہتری۔ تو قرآن نے جواب دیا۔ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ... الآیۃ)

فرمایا اے موسیٰ میرا قانون سن لے۔ ایک میری رحمت، ایک ہے میرا عذاب۔ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ عذاب تو میری مرضی جس کو میں دے دوں لیکن رحمت میری؟ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ یہ سب چیزوں پر حاوی ہے اس لئے رحمت کی تخصیص اپنی امت کے لیے مجھ سے نہ کرا، یہ میں نہیں کرتا۔ البتہ یہ بات میں تجھے بتا دوں۔ کہ میں نے ایک اور امت کے لئے دارین کی بہتری کو مخصوص کر لیا ہے۔ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ۔ میں لکھ دوں گا یقیناً۔ یعنی "س" استقبال کے لئے اور یقین کے لیے بھی ہے۔ اللہ کی ساری باتیں یقینی ہیں۔ میں سمجھانے کے لیے عرض کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ میں لکھ دوں گا۔ دونوں جہان کی بہتری کو۔ کن لوگوں کے لئے؟ ان لوگوں کے لئے جو نبی اُمّی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے۔ یعنی اس سورت میں تصریح ہے۔ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ۔ اس لئے حضور کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی، حدیثوں میں آتا ہے۔ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اکثر دعا ہوتی تھی۔ وہ یہ تھی۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اور ہمارے علاقے میں، پنجاب کے اس علاقے میں اکثر ہم لوگ جو نماز پڑھتے ہیں۔ اور ہمیں اساتذہ نے اور علمائے کرام نے جو دعا سکھائی ہے۔ وہ نماز میں درود شریف کے بعد یہی دعا پڑھتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ یعنی دارین کی بہتری جس کا تو نے وعدہ کیا تھا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، اے اللہ تو ہمیں وہ عطا کر اور جس کے متعلق تو نے ہمیں مخصوص فرمایا اور اس کا اظہار خود اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے فرمایا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ دعا اتنی جامع دعا ہے، جن دوستوں نے حج کیا ہے۔ ذہن تو حاجی صاحبان کو اس درس کی مجلس میں کہیں پہنچاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حج کی دولت سے نوازے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ بیت اللہ المقدس کا جب طواف کیا جاتا ہے۔ تو طواف کی کچھ دعائیں ہیں۔ وہاں پر رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان جو جگہ ہے وہ بڑی قابل قبولیت جگہ ہے۔ ویسے خانہ کعبہ سارا ہی قابل قبولیت ہے۔ بیت اللہ المقدس میں، مکہ مکرمہ میں جو بھی دعا کی جائے۔ اللہ تعالےٰ قبول فرماتے ہیں۔ اس کی قبولیت کا ظہور جس وقت چاہے ہو جائے۔ لیکن قبول ضرور کرتے ہیں۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس پر ایک مستقل حدیث بیان فرمائی ہے۔ اور جہاں تک میرا حافظہ ہے میں عرض کر سکتا ہوں۔ اس پہ لکھا ہے۔ (شاید حضور کا قول ہے۔ یا کسی صحابی کا بہرحال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ لیکن اتنا عرض کرتا ہوں کہ اس وقت کے کافروں کا بھی یہ یقین تھا وَالدُّعَاءُ فِي هَٰذِهِ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ کہ اس بستی میں جو دعا کی جائے یا بد دعا کی جائے۔ وہ قبول ہوتی ہے۔ مکہ مکرمہ سارا ہی محل قبولیت ہے۔ اور پھر بیت اللہ مقدس اور پھر بیت اللہ کا وہ مطاف جہاں پر نبیوں نے طواف کیا۔ اور اولیاء اللہ اب بھی طواف کرتے ہیں اور جو مسلمان اللہ کے حضور وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ مَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا۔ اس وقت اللہ کا مہمان ولی ہی ہوتا ہے۔ تو وہاں پر جو جگہ خصوصیت کے ساتھ میں عرض کر رہا ہوں۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان جو حصہ ہے۔ یہ جگہ قبولیت کے لئے بہت اونچا مقام رکھتا ہے۔ ویسے حاجی لوگ جب طواف کرتے ہیں۔ تو اللھم لبیک لاشریك لك لبیك اور کچھ اور دعائیں پڑھتے ہیں۔ لیکن یہاں جب آتے ہیں۔ رکن یمانی کے پاس تو وہاں سے چل کر جو دعا پڑھتے ہیں۔ حجر اسود تک ختم کرتے ہوئے وہ یہ دعا ہے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔ یہ دعا اتنی اونچی معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہاں بھی اس کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا۔ غرض میں عرض کر رہا تھا۔ لکھنے کی بات۔ تو لکھنے کا مفہوم جو ہوتا ہے وہ زیادہ پختگی کو واضح کرتا ہے۔ یہاں بھی فرمایا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ اے ایمان والو اے یقین والو! تم پر روزے مقرر کیے گئے ہیں تم پر روزے لکھے گئے ہیں۔ تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ جیسا کہ فرض کیے گئے تھے، لکھے گئے تھے۔ ان لوگوں پر جو تم سے پہلے بھی گذر چکے ہیں۔ لعلکم تتقون ۝ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ جس تقوے کی دعوت قرآن دیتا ہے ذالك الكتب لاریب فیه هدی للمتقین ۝ اسی تقوے کا ایک شعبہ یہ بھی ہے۔ کون سا شعبہ؟ کہ تم روزے رکھو گے تو تم پرہیزگار ہو گے۔ اور جب تم پرہیزگار بن جاؤ گے تو قرآن کریم کی تعلیمات سے تم فائدہ اٹھاؤ گے۔

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ۔ یہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں۔ اس آیت میں، اس ٹکڑے میں بہت ساری باتیں رب العالمین نے ارشاد فرمائی ہیں۔ قرآن کریم کے محاسن، قرآن کریم کے بدائع اور قرآن کریم کے جو نکات ہیں، وہ تو بہت زیادہ ہیں انسان اور پھر مجھ جیسا طالب علم تو سمجھ بھی نہیں سکتا۔ لیکن یہ چند باتیں میرے آپ کے سمجھنے کے قابل ہیں، اس چھوٹے سے ٹکڑے میں بھی بہت سی باتیں ہیں۔ پہلے لفظ صوم ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ فرض کیے گئے تم پر روزے۔ اگر آپ دوستوں نے کبھی غور فرمایا ہو، عربی زبان کے متعلق دیکھا ہو۔ تو ہمارے ہاں جو تصریحی الفاظ ہیں۔ حقیقت کے ساتھ لفظی اور لغوی اعتبار سے بھی مناسبت رکھتے ہیں۔ حج کہتے ہیں نیت کو۔ وہاں بھی نیت شرط ہے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ مال کے بڑھنے کو تو قرآن کہتا ہے۔ جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بظاہر وہ دیکھتے ہیں کہ اڑھائی روپے سو میں سے کم ہو گئے ہیں۔ لیکن فرمایا جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ۔ جو تم زکوٰۃ دیتے ہو اس سے تمہارا مال بڑھتا ہے لفظ زکوٰۃ کا معنی ہی بڑھنا ہے۔ حج کے معنی ہی نیت اور ارادہ ہے۔ اسی لئے حاجی لوگ احرام باندھتے وقت نیت کرتے ہیں۔ احرام کا معنی ہی اپنے آپ کو حج میں شریک کرنا اور حج کا معنی ہی نیت کرنا ہے۔ اسی طرح میرے دوستو لفظ "صوم"۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ تم پر روزے لکھے گئے۔ لفظ صوم سے مراد روزہ کیسے ہے۔ اس میں خود مشقت کا مفہوم موجود ہے۔ یہ میں چند باتیں اس لئے عرض کر رہا ہوں۔ کہ آج کل اس فضا میں اور اس سے پہلے بھی بعض دوستوں نے اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور ان سب دوستوں کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ بجائے اس کے کہ ہم قرآنی تعلیمات پر عمل کریں۔ اللہ تعالےٰ کی نافرمانیوں سے ہمارے ذہن میں کچھ ایسا سقم پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی باتوں میں تفصیلیں نکالتے رہتے ہیں حالانکہ بندے کا کام عمل کرنا ہے۔ نازل کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اور شارح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو حضور نے بتا دیا اس پر عمل کیا جائے۔

اب چودہ سو سال گذرنے کے بعد ابھی تک اجاویں کو نہیں سمجھ سکا۔ تو پھر کب سمجھے گا؟ یہ تنقیحوں کا وقت ہے۔ نہ تنقیدوں کا ہم تو عمل کے لئے ہیں۔ جو کچھ بنایا۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے، صحابہ کرام نے اور پھر ائمہ عظام نے امام ابو حنیفہ، امام شافعیؒ وغیرہ نے بس ہم اس پر عمل کرنے کے لیے مکلّف ہیں۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ آجکل یہ چیزیں بھی چلی ہوئی ہیں کہ جی روزے میں مشقّت ہے، روزے میں محنت ہے۔ جی روزے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اچھا جی آرام کس میں ہے؟ چارپائی پر لیٹنے میں بھی تو تکلیف ہے۔ دو گھنٹے آدمی زیادہ لیٹے تو کہتا ہے۔ ارے یار سو سو کر پہلو دکھ گئے ہیں۔ پھر سونا بھی چھوڑ دو۔ کس بات میں آرام ہے۔ کھانے میں بھی تکلیف ہے۔ اگر انسان زیادہ کھا جائے تو پیٹ پھول جاتا ہے تکلیف ہوتی ہے۔ پھر گولیاں کھانی پڑتی ہیں۔ چلنے میں بھی تکلیف ہے۔ بیٹھنے میں تکلیف ہے۔ کس بات میں تکلیف نہیں؟ اگر قرآن دیکھو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔ البتہ انسان پیدا ہی تکلیف میں کیا گیا ہے۔ انسان کی زندگی ساری ہی تکلیف میں ہے۔ تکلیف ہو تو آدمی کام چھوڑ دیتا ہے؟ یہ کتنا بیہودہ قسم کا ایک نظریّہ ہے۔ میرے بھائیو قرآن کریم نے اپنے الفاظ میں جو تشریحی حکم دیا اسی کو اساس رکھا۔ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ لفظ صیام۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ۔ فرض کیے گئے تم پر روزے صیام جمع ہے صوم کی۔ صوم کہتے ہیں۔ روزے کا معنیٰ؟ عربی زبان میں، مچھلی کے بدن پر یا اس کی پشت مچھلی کے وجود پر جو تارے ہوتے ہیں۔ انہیں صوم کہتے مچھلی کی پیٹھ یا بدن کو چھیلتے وقت اس کو پکاتے وقت جب چھُری کے ساتھ اس کو صفا کیا جاتا ہے تو جو وہ سیپ سے اترتے ہیں اسے کہتے ہیں۔ عربی زبان میں صوم اور وہ اتنی سخت چیز ہے کہ جہاں کہیں وہ چمٹ جائے تو پانی نیچے نہیں گھس سکتا۔ اس لئے ہمارے فقہاء نے ایک پہیلی لکھی ہے۔ پہلے زمانے میں لطیفے بھی دین کے ہوتے تھے۔ ایک شخص پوچھتا ہے۔ قاضی صاحب سے اِغْتَسَلْتُ عَلیٰ صَوْمٍ قاضی صاحب میں نے غسل کر لیا۔ غسل جنابت۔ اور مجھ پر صوم تھا۔ قاضی صاحب کہتے ہیں۔ جا غسل دوبارہ کر۔ سوال ہو گیا۔ کیا روزے میں غسل دوبارہ کریں۔ یہ ایک چیتان ہے۔ ایک پہیلی ہے۔ طالب علموں کی آپس میں دینی باتوں کے لئے۔ تو وہاں پر لکھا ہے علماءِ کرام نے کہ اصل میں لفظ صوم کہتے ہیں۔ اس مچھلی کے سیپ کو، تارے کو، تو وہ سائل یہ پوچھتا ہے۔ کہ میں نے جب غسل کیا تھا۔ تو میری پیٹھ پر یا بدن کے کسی حصّے پر مچھلی کا جو سیپ تھا۔ یا تارہ تھا۔ وہ اٹکا ہوا تھا۔ تو وہ اتنا سخت ہوتا ہے۔ کہ اس کے نیچے سے پانی نہیں گذر سکتا۔ تو قاضی صاحب نے کہا کہ اس صوم کو ہٹا۔ اور دوبارہ غسل کر۔ اس لیے کہ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ تَحْتَ کُلِّ شَعْرَۃٍ جَنَابَۃٌ۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نے فرمایا۔ کہ میرے سر کے بڑے بال ہوتے تھے۔ (ترمذی) ایک دفعہ امام الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تَحْتَ کُلِّ شَعْرَۃٍ جَنَابَۃٌ ہر بال کی بنیاد میں جنابت ہوتی ہے، غسل کے وقت اپنے بدن کو اچھی طرح دھویا کرو۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ اسی دن سے میں اپنے سر کا دشمن بن گیا۔ جس وقت میں نے حضورؐ کی بات سُنی اسی دن سے میں نے اپنے سر کے بال منڈانے شروع کر دیئے۔ تاکہ غسلِ جنابت میں کوئی بال خشک نہ رہ جائے۔ صحابہؓ کی شان تھی۔ صحابہ میں اتباعِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت کمال جذبہ تھا۔ اور وہاں لِمَ اِنْ نہیں تھی کہ کیوں کریں فلسفہ چھانٹنے والے چھانٹ گئے ہمیں چاہیئے کہ ہم دین پر عمل کریں۔ وہ اقبال کا شعر بڑا مزیدار ہے

بوعلی اندر غبار ناقہ گم ۔ دستِ رومی پردۂ محمل گرفت

دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ابھی بوعلی سینا جس کو گذرے ایک ہزار سال سے زیادہ ہو گیا ہے مسلمانوں کا بہت بڑا فلسفی اور اشعار کا مصنف ہے آخر میں تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ہدایت دے دی تھی۔ لکھا ہے کہ بوعلی سینا کی جب وفات ہوئی تو اس کے سینے پر بخاری پڑی تھی۔ بخاری پڑھتے پڑھتے وفات ہوئی بوعلی سینا کی (رحمۃ اللہ علیہ) لیکن اپنے وقت میں بہت بڑا فلسفی گذرا ہے حکیم گذرا ہے۔ تو اقبال ہے مولانا روم کا اور بوعلی سینا کا موازنہ کر رہا ہے۔

بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم۔ بوعلی ابھی یہی تحقیق کر رہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرا محبوب کامل، جس ناقہ (اونٹنی) پر سوار ہو کر جا رہا ہے اس کی جو غبار ہے۔ وہ لمبی ہے۔ چوڑی ہے، کیسی ہے۔ اس میں کون کون سے ذرّات ہیں۔ وہ ابھی غبارِ ناقہ ہی میں گم ہے۔ لیکن ع دستِ رومی پردۂ محمل گرفت۔ کیونکہ رومی سچا عاشق تھا۔ وہ محبوب کے محل تک جا پہنچا۔ تو اتباع ہی میں سب کچھ ہے۔ ابتداء میں کچھ نہیں)

بقیہ :- خطبہ جمعہ

وہاں کی خشکی اور ریگستان اللہ کی پناہ ــــ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اس ماحول کے مطابق سنئے :-

فرماتے ہیں ایک شخص اپنا کھانا اور پانی ایک اونٹ پر رکھے ہوئے ریگستانی جنگل میں سفر کر رہا ہو۔ اتفاق سے وہ ایک درخت کے نیچے آرام لینے بیٹھ گیا ہو۔ اسی حالت میں تھوڑی سی نیند آ گئی اور اس سے اونٹ کی رسّی چھُوٹ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ اونٹ جس پر سامانِ زندگی لدا ہوا تھا وہ غائب ہو گیا ــــ یہ اس اونٹ کو تلاش کرنے لگا ــــ جنگل کی دھوپ، گرمی، لق و دق میدان میں ہر طرف دَوڑتا پھرا۔ لیکن اونٹ کا کہیں پتہ نہیں لگا۔ آخر تھک کر زندگی سے مایوس ہو گیا اور لیٹ کر موت کا انتظار کرنے لگا۔ پیاس بڑھتی جاتی ہے اور دم کھنچ رہا ہے۔ غرض ہر طرح موت کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ نا امیدیوں نے اس مسافر کا محاصرہ کر لیا۔ اسی نا امیدی کی حالت میں ہلکی سی آواز کان میں آئی۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ سرمایۂ زندگی لئے سامنے کھڑا ہے بتاؤ اس مایوس انسان کو اونٹ ملنے کی کیسی خوشی ہو گی۔ حاضرین نے عرض کیا "یا رسولؐ اللہ! اُس کی خوشی کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے؟ ــ گویا موت کے منہ سے نکل آیا" ــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جتنی خوشی اس قریب الموت مسافر کو اونٹ کے مل جانے سے ہوتی ہے اُس خوشی سے کہیں زیادہ خوشی اللہ تعالےٰ کو اُس وقت ہوتی ہے جب کوئی بندہ اس سے اپنے جرائم کی توبہ کرتا ہے اور آئندہ کے لئے ترکِ جرم کا عہد کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو استغفار کرنے، گناہوں سے بچنے اور آتشِ جہنّم سے نجات کا پروانہ حاصل کر کے جنّت میں جانے اور رضائے ایزدی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیّہ : اہل خیر کے لئے

جا رہی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جہاد کے ایام میں جہاد ہی سب سے بڑا فریضہ ہے اور لوگوں کو دفاعی فنڈ میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینا چاہیئے تھا۔ لیکن مدارس عربیہ اور مساجد بھی دین کی چھاؤنیاں ہیں اور یہیں سے وہ سوتے پھوٹتے ہیں جو علم و عمل کے گوشوں کو سیراب کرتے اور عوام و خواص میں جذباتِ جہاد کی آبیاری کرتے ہیں۔ لہٰذا ان مدارس عربیہ سے بے اعتنائی بڑی ہی حرماں نصیبی اور جرم ہے۔ مدارس عربیہ پر قرآنی تعلیمات کی وجہ سے نازل ہونے والے انوار و برکات اور مساجد میں کی جانے والی دعائیں ہی نصرت الٰہی کا پیش خیمہ بنتی ہیں اور ملک و قوم کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتی ہیں۔ اس لئے ہمیں ان اداروں کی زیادہ سے زیادہ مالی امداد کرنی چاہیئے تاکہ دین کے یہ چشمے خشک ہو کر ہماری روحانی موت کا سبب نہ بن جائیں۔ صدقات، خیرات اور زکوٰۃ مدارس عربیہ کو بھیجئے اور اللہ کے دئے ہوئے مال میں سے مساجد کی دل کھول کر امداد کیجئے دفاعی فنڈ میں حصّہ لینے سے بھی احتراز نہ کیجئے اور ان دینی اداروں کو بھی فراموش نہ کیجئے کہ انہیں پر بقائے ملک و ملّت کا راز ہے۔

تبلیغی جلسہ

مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۶ء بمطابق ۳ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ دن کو ۹ بجے محلہ کرنال پورہ (متصل وحدت کالونی ورحمان پورہ لاہور) میں عظمت قرآن اور جہاد کے موضوع پر ایک عظیم تبلیغی جلسہ ہوگا۔ جس میں حضرت مولانا ضیاء القاسمی لائلپوری اور مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین تقاریر فرمائیں گے۔ صدارت جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ فرمائیں گے۔

امداد الحسن مہتمم جامعہ صدیقیہ کرنال پورہ لاہور۔

مدرسہ خیرالمدارس ملتان کا پینتیسواں سالانہ جلسہ

بتاریخ ۱۸، ۱۹، ۲۰ ذیقعد ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۱، ۱۲، ۱۳ مارچ ۱۹۶۶ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار مدرسہ ہذا ہی میں منعقد ہوگا۔ اسمیں حسب دستور سابق ملک وملت کے ممتاز علماء کرام ومشائخ عظام اصلاحی اور اخلاقی مضامین عالیہ بیان فرمائیں گے۔ شائقین حضرات اور احباب کرام تاریخ نوٹ فرمالیں۔

(مولانا) خیر محمد جالندھری عفا اللہ عنہ

مہتمم مدرسہ خیرالمدارس رجسٹرڈ۔ ملتان شہر

تبلیغی اجتماعات

مدرسہ ضیاء العلوم ملتان کے تبلیغی اجتماعات احاطہ مدرسہ جامع مسجد آم والی نزد پل شوالہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان میں منعقد ہوں گے۔

۲۰/۲۱ رمضان المبارک کی درمیانی شب مولانا عبدالحی صاحب عابد بعد نماز عشاء رمضان المبارک اور قرآن کے عنوان پر تقریر کریں گے۔

۲۴/۲۵ رمضان المبارک کی درمیانی شب مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی بعد نماز عشاء سیرت النبی کے عنوان پر تقریر فرمائیں گے۔

۲۸/۲۹ رمضان المبارک کی درمیانی شب علامہ دوست محمد صاحب قریشی توحید و رسالت کے عنوان پر تقریر فرمائیں گے۔

(سید منظور احمد شاہ مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم ملتان)

دارالعلوم ربانیہ کا سالانہ جلسہ

بتاریخ ۲۶-۲۷-۲۸ مارچ بروز ہفتہ اتوار سوموار بمطابق ۳-۴-۵ ذی الحج نہایت شان وشوکت سے منعقد ہوگا۔ جس میں ملک بھر کے علماء کرام اور صوفیائے عظام اور شعرائے اسلام تشریف لاکر سامعین کو اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض فرمائیں گے۔ دردمندان قوم سے پرزور اپیل ہے کہ اس جلسہ میں شرکت فرماکر علم دوستی کا ثبوت دیں۔

(حسن علی ربانی ناظم تبلیغ دارالعلوم ربانیہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور)

ختم قرآن کریم کی تقریب سعید

ضلع شیخوپورہ کے مشہور قصبہ "اجنیانوالہ" کی جامع مسجد میں ۲۶ رمضان بروز بدھ بعد از نماز عشاء ختم قرآن کریم کے سلسلے میں ایک عظیم اجتماع منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین لاہور فضائل قرآن کریم کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائیں گے۔

قاری محمد شریف قصوری امام التراویح اجنیانوالہ ضلع شیخوپورہ

خط وکتابت کرتے وقت
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور
دیا کریں۔

بقیہ: نفیرِ جہاد

اے اللہ! مجاہدین اسلام کو بدر و اُحد جیسی غیبی نصرت عطا فرما۔

اے اللہ! ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر منافیٔ جہاد کاموں سے محفوظ رکھ۔

اے اللہ! ہم نے جو جہادِ مقدس کا فتویٰ دیا ہے ہمیں اس کی اہانت سے بچا۔

اے اللہ! ہماری سب دعاؤں کو قبول فرما۔ تو ہی سننے، جاننے اور قبول کرنے والا ہے ؎

اے واعظِ جہاد مگر تارکِ جہاد
تیغِ زباں کو ہمدمِ تیغِ نیام کر

اہل خیر حضرات کی توجہ کے لئے

چند خدا ترس اور علم دوست لوگوں نے آر۔ اے بازار لاہور چھاؤنی میں "مدرسہ مظاہر العلوم" قائم کیا ہے جس میں درس کلام مجید کے ساتھ ساتھ خواہشمند حضرات کے قراءۃ و تجوید کی مکمل تعلیم کا بھی انتظام موجود ہے۔ مدرسہ میں طالبات کے لیے بھی مناسب بندوبست کیا گیا ہے۔ اس وقت طلباء وطالبات کی تعداد ایک صد کے قریب ہے۔ تعلیم مفت دی جاتی ہے بلکہ ایسے مستحق طلباء بھی ہیں۔ جن کے طعام و قیام اور دیگر ضروری مصارف کی ذمہ داری مدرسہ ہی برداشت کرتا ہے لیکن گذشتہ چند ماہ سے ملک میں ہنگامی حالات کے باعث مدرسہ کی مالی حالت انتہائی غیر اطمینان بخش ہو چکی ہے۔ اہل ثروت کی معمولی سی توجہ اور اعانت سے یہ دشواری اللہ کے فضل وکرم سے دور ہو سکتی ہے۔

یہ امر بھی قابل وضاحت ہے کہ مدرسہ کی آمدنی واخراجات کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اہل خیر اور ہمدرد حضرات سے مخلصانہ درخواست ہے کہ زکوٰۃ، خیرات اور صدقات سے مدرسہ کی زیادہ سے زیادہ مالی امداد فرماکر ثواب دارین حاصل کریں۔ جنرل سیکرٹری مدرسہ مظاہر العلوم ۱۲ آر۔ اے بازار۔ لاہور چھاؤنی (مغربی پاکستان)

مدرس کی ضرورت

دارالعلوم مدنیہ بہاولپور کو نئے تعلیمی سال شوال ۸۵ھ سے ایک قابل ترین تجربہ کار مدرس کی ضرورت ہے۔ جو فارسی صرف ونحو منطق معقول معانی وفلسفہ فقہ وحدیث اور ادب وغیرہ باقاعدہ پڑھا سکتا ہو۔ ضرورت مند حضرات ذیل کے پتہ پر خط لکھ کر مطلع کریں۔ غلام مصطفےٰ ناظم دارالعلوم رحمت بک کمپنی بہاولپور چوک بازار۔

انوارِ ولایت

حضرت شیخ التفسیر نوراللہ مرقدہ کے سوانح حیات کا پہلا حصہ ہے۔ جس میں آپ کی پیدائش سے لے کر وفات حسرت آیات تک کے تمام حالات نہایت احتیاط سے مؤرخانہ اسلوب میں لکھے گئے ہیں۔ کتاب مستطاب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت قاری مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کی تصدیق و تصحیح کے بعد طبع کرائی گئی ہے —— قیمت بلا جلد ۲/۵۰ روپے

مقاماتِ ولایت

حضرت شیخ التفسیر نوراللہ مرقدہ کے سوانح حیات کا دوسرا حصہ ہے۔ آپ کے علمی، عملی اور روحانی مقامات کو کتاب وسنت کی روشنی میں نہایت شرح وبسط سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے عصر حاضر کے قطب الاقطاب اور مجاہد اکبر کی مکمل زندگی کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ اس پر بھی حضرت قاری مولانا عبیداللہ انور صاحب نے نہایت ناقدانہ نظر ثانی فرمانے کے بعد طباعت کی اجازت بخشی تھی —— قیمت بلا جلد چھ روپے (علاوہ محصول ڈاک)

انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

بچوں کا صفحہ

روزہ! ایک تربیتی پروگرام

محمد امین زاہد متعلم گورنمنٹ کالج جھنگ

روزہ مسلمانوں سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی رائج تھا اور ہندوؤں میں بھی رائج ہے۔ اگرچہ عمل میں اختلاف ہے۔ ان میں سے کسی قوم میں روٹی کے علاوہ باقی ہر چیز کھانے کا نام روزہ ہے۔ اور کوئی قوم کسی ایک چیز کو ترک کر دینا روزہ سمجھتی ہے۔ اگر صحیح طور پر دیکھا جائے تو اس طرزِ عمل سے روزے کا مقصد ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔

مسلمانوں کے لئے روزہ کا مقصد ان سب سے بالاتر ہے۔ کیونکہ مسلمان دوسری اقوام سے ہر معاملہ میں بازی لے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر عمل کے میدان میں ان کو پرکھا جائے تو دوسرے تمام مذاہب نے اپنے بڑوں کی عمدہ نصیحتیں اور قابلِ عمل اقوال پر عمل کرنے کو صحیح نجات کا راستہ قرار دیا ہے۔ مگر اسلام نے اس سے بہتر تدبیر اختیار کی ہے۔ اللہ کے احکام کی تعمیل اور تقوےٰ کی صفت پیدا کرنے کے لئے روزے فرض کئے ہیں۔ اور پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونہ کو پیش کر دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جو کام خود کیا دوسروں کو عمل کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ صوم رمضان کے معاملہ میں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ حضور ﷺ نے خود روزے رکھے اور ان کے رکھنے کی تلقین فرمائی۔ اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو دیکھا اسی طرح عمل کیا۔

الحاصل

دوسرے مذاہب سے اسلام کا روزہ فزوں تر ہے اور بہترین خصوصیات کا حامل ہے بظاہر اسلام میں کھانے پینے سے رک کے رہنا روزہ کہلاتا ہے۔ مگر دراصل خواہشاتِ نفسانی اور حیوانانی جذبات پر قابو پانا روزہ ہے۔ مسلمانوں کا روزہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ جس میں مسلمان کے پرہیزگار اور تقویٰ شعار ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

صوم کے معنی لغت کے اعتبار سے کسی کام سے رک جانے کے ہیں۔ اسی سے یہ مقصد بھی واضح ہو جاتا ہے کہ خواہشاتِ نفسانی اور برے افعال و اقوال سے رک جانا روزے کی روح ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ (روزہ ڈھال ہے) جس طرح ایک مسلمان میدانِ جنگ میں کافر کے وار سے بچاؤ کے لئے ڈھال کا استعمال کرتا ہے اور ڈھال وار کے روکنے کا کام دیتی ہے اسی طرح روزہ بھی تمام برائیوں سے بچاؤ کے لئے ایک ڈھال کا کام دیتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے کی حالت میں اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے یا لڑائی جھگڑا کرے تو اسے کہہ دو کہ بھائی مجھے روزہ ہے۔

ہر چیز کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ روزے کا مقصد ہر برائی سے اجتناب کرنا ہے۔ نیکی کی طرف مائل ہونے کی ٹریننگ ہے۔ مسلمان پورا ایک مہینہ تزکیہ نفس کا سبق حاصل کرتا ہے یہ ایک تربیتی پروگرام ہے۔ جس سے مسلمان بری لغزشوں سے نفس کا تزکیہ کر کے آخرت کے لئے نیک اعمال کا سامان بناتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے روزہ رکھا اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ اسی طرح جو ماہ رمضان کی رات کو عبادت کرے اس کے بھی پہلے گناہ معاف کئے جائیں گے اور جس نے لیلۃ القدر کی رات کو قیام کیا اس کے بھی گناہ بخشے جائیں گے۔ فقط نہ کھانا اور نہ پینا تو فاقہ ہے روزے اور فاقے میں بہت فرق ہے۔ اصل مقصود تزکیۂ نفس ہے۔

خدا تعالےٰ ہم سب کو روزے رکھنے کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

"ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد"

★

دائمی زیست کا اب وقت ہے ساماں کر لے

حافظ نور اللہ انجم

خوابِ غفلت سے خدارا ہو مسلماں بیدار
تو مجاہد ہے سنبھل، تیغ اٹھا، ہو تیار
ساری دنیا کو دکھا روشنئ خُلقِ نبیؐ
پھر زمانے کو سنا ذکرِ حسینؓ ابنِ علیؓ
عَلَم اسلام کا عالم پہ اڑانا ہے تجھے
کفر کا نام و نشاں آج مٹانا ہے تجھے
مال و زر راہِ الٰہی میں فدا کر مسلم
سرخرو حق سے ہو سر اپنا کٹا کر مسلم
کثرتِ کفر کا غم تجھ پہ نہ ہو گا طاری
جو رہا سر پہ ترے سایۂ لطفِ باری
نقشِ باطل کو مٹا نعرۂ توحید سے آج
رکھ لے جذبۂ بوبکرؓ و عمرؓ کی تو لاج
یاد پھر درسِ شہادت کو مسلماں کر لے
دائمی زیست کا اب وقت ہے ساماں کر لے

۱۴ ربیع الاول ۱۹۶

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱-۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا